ماہنامہ

# رضوان

لکھنؤ

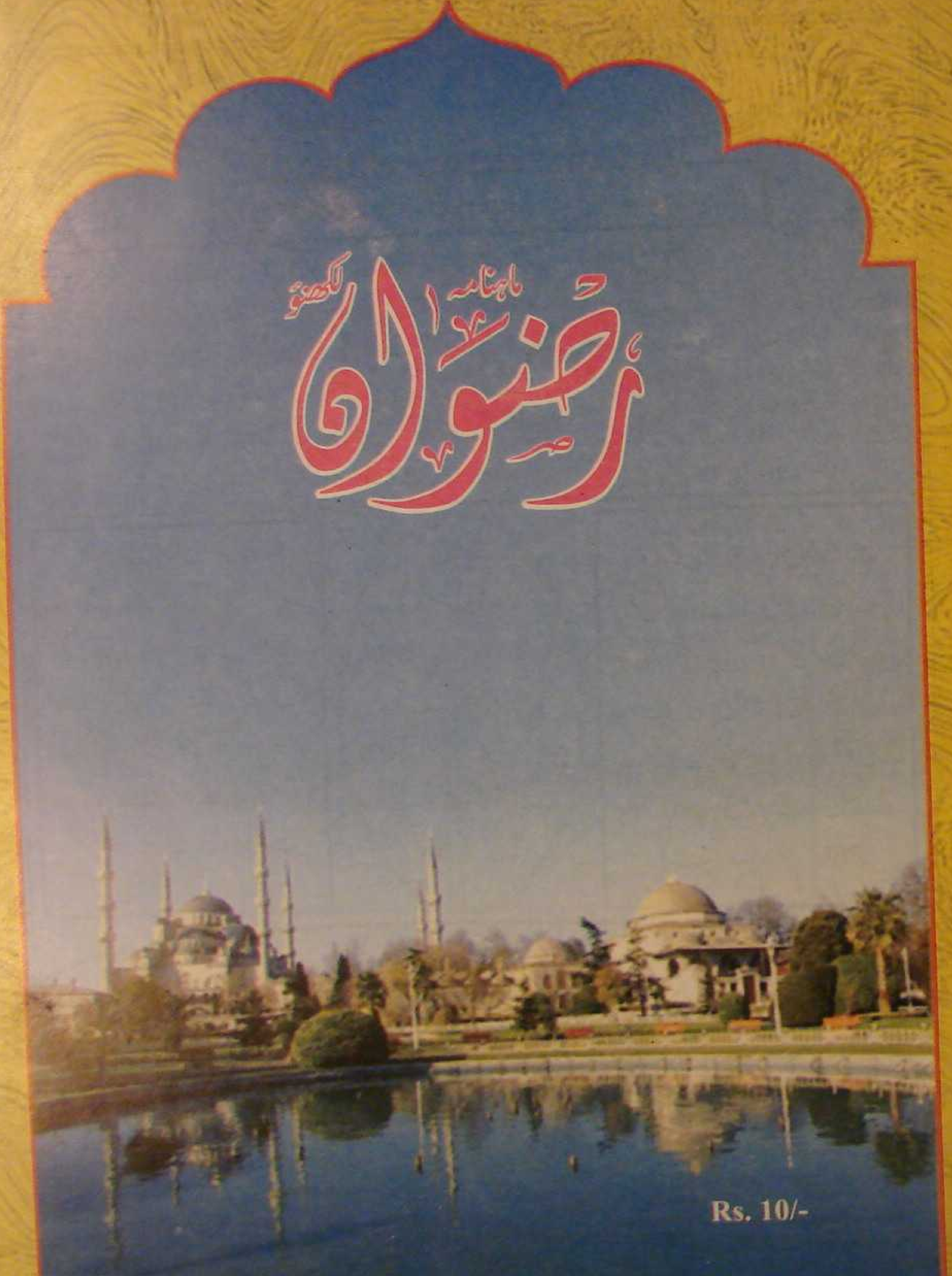

Rs. 10/-

LW/NP-184/2006-08
R. N. 2416/57

Monthly

# RIZWAN

Ph: 0522-2270406

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

## Maktaba-e-Islam

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

DESIGNED BY HAMID PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, Lko.

## حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

### سوانح حیات ............ کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات وتجربات، احساسات وتاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث اور تحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ وسبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ وحقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ وسرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہوگیا ہے۔

• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر وعمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت وطباعت سے آراستہ

| | | |
|---|---|---|
| قیمت حصہ اول | (اردو ایڈیشن) | 100/- |
| قیمت حصہ دوم | (اردو ایڈیشن) | 90/- |
| قیمت حصہ سوم | (اردو ایڈیشن) | 80/- |
| قیمت حصہ چہارم | (اردو ایڈیشن) | 90/- |
| قیمت حصہ پنجم | (اردو ایڈیشن) | 80/- |
| قیمت حصہ ششم | (اردو ایڈیشن) | 90/- |
| قیمت حصہ ہفتم | (اردو ایڈیشن) | 80/- |
| قیمت مکمل سیٹ | (کاروان زندگی) | 610/- |

### کاروان ایمان وعزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح وجہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم وفضل وعزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت وطباعت

قیمت 35/-

### حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات ومشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

### خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

### ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

### سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن وجامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص ومحبت، فیض وتاثرات اور معرفت وسلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-



بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

# ماہنامہ رضوان لکھنؤ

| | | |
|---|---|---|
| جلد ۵۱ | جولائی ۲۰۰۷ء | شمارہ ۷ |

**ایڈیٹر**

محمد حمزہ حسنی

**معاونین**

• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی
• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

**سالانہ چندہ**

برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ : ۱۰ روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۲/۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون 0522 - 2281223

# فہرست مضامین


- اپنی بہنوں سے ............ مدیر. ----- ۳
- حدیث کی روشنی ............ امۃ اللہ تسنیم ------ ۴
- سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے ............ مولانا محمد موسیٰ خاں ------ ۶
- شہید محراب ............ سید عمر تلمسانی ------ ۱۱
- کامیاب زندگی کے راز ______ مولانا محمد ہارون معاویہ ______ ۱۴
- عہد نبوی ............ مفتی اشتیاق احمد ----- ۱۷
- آہ! مولانا ناصر علی ندویؒ ............ مولانا قمر الزماں ندوی ------ ۲۱
- شیخ الحدیث مولانا ناصر علی ندویؒ ............ مولانا محمود حسن حسنی ندوی ----- ۲۶
- عریانیت وفحاشی کا سیلاب ............ مفتی مکرم محی الدین ----- ۲۸
- میں نے کیوں اسلام قبول کیا؟ ............ احمد اواہ ندوی ----- ۳۱
- سرطان کیا ہے؟ ............ منیر الدین ---- ۳۴
- سنگترہ ............ نسرین شاہین ---- ۳۶
- آم ............ عمران ---- ۳۸


# اپنی بہنوں سے

مدیر

اس وقت دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ساری طاقتیں اکٹھا ہوگئی ہیں، اور ہر محاذ پر اسلام کو شکست دینے اور مسلمانوں کو ان کے دین سے الگ کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں یورپ اور امریکہ جہاں کٹر عیسائیوں کا اقتدار ہے وہاں اسلام پر سیاسی وثقافتی حملے تو ہو ہی رہے ہیں، اس کے علاوہ مسلمان ملکوں میں ایسے مسلم حکمراں حکومت پر قابض ہیں جن کا قبلہ واشنگٹن اور لندن ہے، جو یورپ اور امریکہ کی خدمت کرنا اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا اپنا مقصد اولین سمجھتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ میں تو جمہوری نظام حکومت کی وجہ سے متعدد آزادیاں حاصل ہیں، امریکی صدر جارج ڈبلو بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیر کے حکومت میں آنے سے قبل ان ملکوں کے حالات بہت بہتر تھے اور مسلمانوں کو بھی بڑی حد تک مذہبی آزادی حاصل تھی، لیکن ان دونوں کے برسر حکومت آنے کے بعد یہ آزادیاں کم ہوتی گئیں کیونکہ یہ دونوں انتہا پسند عیسائی فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور انہوں نے مسلمانوں کی دشمنی میں اپنے ملک کے جمہوری نظام پر بھی حملہ کیا اور جمہوری آزادی کو بڑی حد تک کم کیا، جس کا خمیازہ ان ملکوں کے عوام کو بھگتنا پڑ رہا ہے، اور آئندہ مزید سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لیکن امریکی صدر بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیر نے نہ صرف اپنے ملکوں میں مسلمانوں کو تنگ کیا بلکہ مسلمان ملکوں کے سربراہوں کے ذریعہ اسلام اور اسلامی ثقافت پر حملے کرائے اور اسلام پر عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کرایا جو بھی مسلم نوجوان دین پر عمل کرنے والا ملا اسکو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا گیا، اور ایسے باعمل نوجوانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے جیلو میں قید کر کے ایسی جلاد صفت پولیس وفوجی افسران ان پر مسلط کیے گئے جنہوں نے انسانیت سوز مظالم کا ارتکاب کیا، ان نوجوانوں کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور الصادق الامین مانتے تھے، اور اسلامی نظام اور اسلامی تہذیب وثقافت کو ہی قابل عمل جانتے تھے۔

ایسے حالات میں تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ نہ صرف یہ کہ اسلام کی حفاظت کریں بلکہ ان لوگوں تک جو اب تک دین رحمت سے محروم ہیں اسلام کا پیغام پہونچائیں، اور اسلام کی باد بہاری کو گھر گھر پہونچائیں، اور خود سچے اور پکے مسلمان بنیں اور اپنی نسل کے ایمان کی فکر کریں، اور ان کے دل و دماغ میں اسلام کو پیوست کریں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ان کی رگ رگ کو سرشار کردیں، اور ان کے دل و دماغ میں یہ بٹھادیں کہ اس کائنات کی سب سے بڑی نعمت اسلام ہے جو دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیابی کی کنجی ہے، اور اسلام سے محرومی یا دوری دنیا وآخرت دونوں جگہ تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث کی روشنی میں

# اُس غلام کی فضیلت

## جو اللہ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کرے

امۃ اللہ تسنیم

دُہرا اجر

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت بھی اچھی طرح کرے تو اس کو دونا اجر ملے گا۔
(بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خیر خواہی کرنے والے غلام کو دُہرا اجر ملے گا۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے، اگر جہاد اور حج نہ ہوتا اور ماں کے ساتھ حسن سلوک، تو میں چاہتا کہ غلامی کی موت مروں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے پروردگار کی عبادت بھی خوب اچھی طرح کرے اور اپنے مالک کا حق، خیر خواہی فرمانبرداری جو اس پر لازم ہے ادا کرے تو اس کو دُہرا اجر ملے گا۔ (بخاری)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کو دُہرا اجر ملے گا۔ ایک وہ شخص جو اہل کتاب ہے، یعنی یہودی یا نصرانی وہ اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد ﷺ پر بھی۔ دوسرا وہ غلام جس نے اللہ حق بھی ادا کیا اور مالکوں کا حق بھی ادا کیا، تیسرا وہ مرد جس کے پاس ایک لونڈی ہے اس نے اس کو خوب ادب سکھایا اور بہترین طریقہ سے تعلیم و تربیت کی، پھر اس کو آزاد کیا اور پھر اسی سے شادی کر لی۔

### ایسی عبادت کی فضیلت، جو فتنہ و فساد کے زمانے میں ہو

حضرت مَعقِل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فتنہ و فساد کے زمانہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کر کے آنے کے مثل ہے۔

### لین دین اور قرض ادھار میں نرمی کرنے کی فضیلت

وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ۔ (بقرہ۔ ع ۲۶)

وَيٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ
(ھود۔ ع ۸)

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ، وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ، اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ، يَوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔
(تطفیف۔ ع ۱)

اور جو تم بھلائی کرو گے اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

اے قوم ناپ تول انصاف سے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر پورا لیتے ہیں اور دوسروں کو کم دیتے ہیں کیا ان کو اس کا خیال نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

### سب سے بہتر وہ ہی جو قرض اچھی طرح ادا کرے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا ایک قرض دار آیا اور اپنے قرض کا سخت مطالبہ کیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس کے مارنے کا ارادہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس



کو چھوڑ دو قرض دینے والے کو سب کچھ کہنے کا حق ہے، اب بہتر یہ ہے کہ جس طرح کا جانور اس سے لیا ہے اسی طرح کا دو۔ وہ بولے ویسا تو نہیں ہے اس سے بہتر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا وہی دے دو۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت کے وقت اور مطالبہ کرنے میں نرمی سے کام لے۔

### قیامت کی تکلیفوں سے نجات

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی تکلیفوں سے نجات دے تو اس کو چاہئے کہ محتاج قرض دار کو مہلت دے۔ قرض مانگنے میں جلدی نہ کرے اور یا تو سارا قرض چھوڑ دے یا تھوڑا بہت معاف کر دے۔ (مسلم)

### مقروض سے مطالبہ کرنے میں نرمی و تساہلی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے کارندہ سے کہتا تھا کہ جب تم نادار مقروض سے مطالبہ کرنا تو اس کو درگذر کرنا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگذر فرمائے۔ چنانچہ جب وہ شخص اپنے پروردگار سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی درگذر فرمایا۔
(بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگلی امتوں میں ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کی کوئی نیکی نہ ملی، سوائے اس کے کہ وہ دولت مند تھا، لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا اور اپنے غلاموں سے کہتا تھا کہ تنگ دست نادار سے درگذر کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس شخص سے زیادہ درگذر کرنے والا ہوں پھر اس سے درگذر فرمایا۔
(مسلم)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کا ایک بندہ جس کو اللہ نے مال سے سرفراز فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر کیا گیا (یعنی قبر میں یا حشر کے دن) اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو نے دنیا میں کیا عمل کئے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی وَلَا يَكۡتُمُوۡنَ اللّٰهَ حَدِيۡثًا (ترجمہ: اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے) وہ بندہ عرض کرے گا کہ تو نے مجھ کو مال عطا فرمایا تو میں لوگوں سے خرید و فروخت کے وقت نرمی اور سخاوت سے کام لیتا تھا، میں مال دار سے آسانی کا برتاؤ کرتا تھا اور نادار کو مہلت دیتا تھا۔ اللہ نے فرمایا میں تجھ سے زیادہ درگذر کا حق رکھتا ہوں، پھر فرمائے گا میرے بندے کو درگذر کرو۔ عقبہ بن عامرؓ اور ابو مسعود انصاریؓ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔ (مسلم)

### مقروض سے رعایت کرنے والا عرشِ الٰہی کے سایہ میں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نادار کو مہلت دی یا قرض میں کمی کر دی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔
(ترمذی)

### قرض کے ادا کرنے کے لئے وقت کچھ زیادہ دینا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے ایک اونٹ (غلہ یا کھجور) مول لیا، پھر مجھے تول کر دیا اور جھکا کر تولا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو صفوان سوید بن قیسؓ سے روایت ہے کہ میں اور مُخرمہ عبدی ہَجر سے (کسی مقام کا نام) کپڑا لائے۔ نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ایک پائجامہ ہم سے خریدا، میرے پاس ایک وزن کرنے والا تھا جو مزدوری لے کر وزن کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تو لو اور جھکتا ہوا تولو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

(............جاری)

# سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے

مولانا محمد موسیٰ خان (استاذ دارالعلوم حیدرآباد)

اس مصرعہ کے دو مطالب ہوسکتے ہیں اور دونوں ہی مطلب اپنی اپنی حیثیت سے اہمیت کے حامل ہیں، کیوں کہ دونوں ہی چیزیں انسانی زندگی کی ضرورت ہیں، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں یہ دونوں چیزیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو پیکرِ محبت، رحمتِ مجسم تھے۔

مصرعہ کے مفہوم کا ایک رخ تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفرت وعداوت، ایک دوسرے کی دشمن اور ایک دوسرے کے خون کی پیاسی انسانیت کو محبت کا درس دیا، انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھایا، نفرتوں کی دیوار کو منہدم کردیا، برسوں سے جاری نفرت ودشمنی کے تسلسل کو ختم فرمایا، معاشرہ کے کسی بھی طبقہ کو گری ہوئی اور نفرت کی نگاہ سے دیکھنے کی مذمت بیان فرمائی اور معاشرہ کے ہر طبقہ سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ذریعہ امت کو بتلایا کہ فطرتِ انسانی میں محبت کا عنصر دراصل خالق محبت کی طرف سے ڈالا گیا ہے، (سورۂ روم، آیت/۲۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی سیرت کے ذریعہ بتلایا کہ محبت کیسے کی جاتی ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک انسان کو سب سے زیادہ تعلق اللہ کی ذات عالی سے ہونا چاہئے، اس لیے محبت بھی سب سے زیادہ اسی سے ہو، قرآن کریم کہتا ہے کہ ''اہل ایمان کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے'' (سورۂ بقرہ) اسی محبت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات کے اوقات میں نماز میں اور رکوع وسجود اتنا طویل ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں پر ورم (سوجن) آجاتا ہے، (مشکوٰۃ) بسا اوقات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ قدموں کو چھو کر دیکھتی کہ حرکت ہے یا نہیں مبادی کہیں روح تو پرواز نہ کرگئی ہو؟

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مقدس ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت ایک مؤمن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہیے، اس لیے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسبابِ محبت، اخلاقیات، کمالات، اور احسانات، وغیرہ بدرجۂ اتم موجود تھے، اس لیے پوری مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہستی اس لائق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے بغیر کا کمال حاصل نہیں ہوسکتا۔

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ جس کی زندگی میں یہ تین صفات ہوں وہ ایمان کی مٹھاس پائے گا، جس میں سے ایک صفت یہ ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو، (بخاری) ایک صحابیؓ نے خدمتِ اقدسؐ میں حاضر ہوکر پوچھا کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ! میرے پاس نہ نمازوں کا بڑا ذخیرہ ہے اور نہ صدقہ وخیرات



کا اور نہ روزوں کا، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سرمایہ کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ صلی الہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان کو جن سے محبت ہوتی ہے، انہی کے ساتھ رہے گا، اس بشارت کو سن کر اس وقت صحابہؓ نے بڑی خوشی منائی۔ (مسلم، کتاب الادب)

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر مخلوق میں سب سے پہلا حق کسی کا ہے تو وہ ماں باپ کا ہے، ان سے محبت کرنا، حقوق کی ادائیگی کی بنیاد ہے، کیوں کہ محبت کے بغیر انسان صحیح معنی میں حق کی ادائیگی پر آمادہ نہیں ہوتا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین سے محبت کرنے کا حکم دیا اور اس کو عبادت بتلایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ پر محبت بھری نگاہ ڈالنا ایک مقبول حج کا ثواب رکھتا ہے اور جتنی دفعہ محبت بھری نگاہ سے انہیں دیکھے گا اتنا ہی ثواب ملے گا، (مشکوٰۃ) اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ ہے کہ مقام جعرانہ میں صحابہؓ کے درمیان گوشت تقسیم فرمارہے تھے، اتنے میں ایک خاتون آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھادی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں، حضرت ابوطفیلؓ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میرے رضاعی ماں ہیں۔ (ابوداؤد) ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ کے قافلہ میں جارہے تھے، کہ مکہ ومدینہ کے قریب ایسے علاقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ محترمہ حضرت آمنہؓ مدفون تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم آگے مقام عقبیٰ میں ٹھہرو، میں ابھی کچھ دیر میں آتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کی قبر کے پاس سواری سے اترے اور دعا فرمائی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی، ارو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے، صحابۂ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر رو دیئے۔ (اخلاقِ رسولِ اکرمؐ: ج ۴۶)

والدین کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی، بچوں کے ساتھ محبت وشفقت اور ہمدردی کا مظاہرہ فرمایا ہے، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورِ جاہلیت میں دختر کشی کی رائج رسم بد کا خاتمہ فرمادیا، وحی الٰہی کی روشنی میں اس کی مذمت فرمائی کہ ''روزِ قیامت لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس جرم کی پاداش میں زندہ دفن کیا؟'' (سورۂ تکویر، آیت: ۸-۹) زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے سوال دراصل اسے زندہ دفن کرنے والے کے جرم اور اس کی سزا کا اظہار کرنے کے لیے ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بے حد محبت فرماتے ،انہیں گود میں اٹھالیتے اور بوسہ لیتے، ایک دفعہ ایک بدو کی موجودگی میں بچہ کو بوسہ لیا تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے کئی لڑکے ہیں، میں کسی کو بوسہ نہیں لیتا اور تعجب ہے آپ بوسہ لیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے محبت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ (بخاری ومسلم) اور یاد رہے کہ یہ محبت صرف مسلم بچوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے بچوں کے ساتھ بھی محبت کا اظہار کیا ہے، ایک دفعہ کسی غزوہ میں مشرکین کے بہت سارے بچے مارے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ آزردہ ہوگئے، صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! افسوس کی کیا بات ہے، وہ تو مشرکوں کے بچے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تم سے بہتر ہیں، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، ہر نفس فطرتِ خداوندی پر پیدا ہوتا ہے، (مسندِ احمد) لیکن بچوں سے اس قدر محبت کے باوجود ان کی تربیت واصلاح میں کوئی کوتاہی نہ فرمائی، کیوں کہ تربیت بھی درحقیقت محبت کا تقاضہ ہے، اس لیے تربیت کے لیے بچوں کو مارنا بھی محبت میں داخل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز کا حکم کرو اور دس سال کے ہوجانے کے باوجود نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارو۔

دورِ جاہلیت میں دختر کی طرح ایک بری رسم یہ بھی تھی کہ عورت کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نفرت کو محبت کو پر فضا ماحول میں بدل دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے عام اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کی جو چیز یں مجھے محبوب ہیں ان میں سے ایک عورت بھی ہے، (اصح السیر: ۵۶۴) اپنی تمام ترازواجِ مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت فرمائی اور دختر کے ساتھ بھی بڑی محبت کا اظہار فرماتے اور شاید دنیا کے انسانوں کو عورت کی نفرت سے روکنے اور اس کے ساتھ محبت کا سبق دینے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی انتظام بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد بڑی نہیں ہوئی سب بچپن ہی میں انتقال کر گئے، اس کے برخلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبا تمام زنانہ اولاد با رہی، بڑی ہوئی اور ان کی شادیاں بھی ہوئی ہیں، بلکہ اہل بیت میں سے جو سادات کا سلسلہ چلا ہے، وہ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی دختر حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہرا ہی کے بطن مبارک سے چلا ہے، مگر یہاں بھی بیویوں، لڑکیوں اور خواتین سے محبت، ان کی تربیت وسدھار اور خلاف شریعت امور پر ان کی نکیر کرنے کے لیے رکاوٹ نہ تھی۔

اس سے ہٹ کر بھی معاشرہ کے دیگر طبقات سے محبت اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت سے رہنے کی تلقین فرمائی ہے، انسانی معاشرہ کا سب سے کمزور سمجھا جانے والا طبقہ فقراء ومساکین کا طبقہ ہے، مال و دولت کی فراوانی اور عیش وعشرت کی ریل پیل ہی دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے اور محبت کرنے کا عموماً ذریعہ بنتی ہے، اس لیے انہیں سے محبت کی جاتی ہے، چوں کہ معاشرہ کا پچھڑا طبقہ ان اسباب سے محروم ہوتا ہے اس لیے اس سے حقارت کی جاتی ہے، مگر یہ سب غیر متوازن غیر اسلامی، بلکہ غیر انسانی معیارات ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ بتلاتی ہے کہ بحیثیتِ انسان سبھی کو ایک دوسرے سے محبت ہو اور جو طبقہ ظاہری ومادّی اسبابِ محبت سے محروم ہو اس سے ایک گنا زیادہ محبت ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنی دعاوں میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینیت ہی کی حالت میں موت دے اور مسکینوں ہی کے ساتھ روزِ قیامت میرا حشر فرما، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ایسا آپ نے کیوں فرمایا؟ فرمایا: اس لیے کہ یہ لوگ دولت مندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے، اے عائشہؓ! غریبوں سے محبت رکھو، ان کو اپنے نزدیک کرو، اللہ تعالیٰ بھی تم کو اپنے سے نزدیک کرے گا، (مشکوٰۃ) اس کے علاوہ اور بھی دیگر انسانی طبقات سے محبت کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

یہاں تک تو مصرعہ کا ایک مطلب ہوا، مصرعہ کے مفہوم کا دوسرا رخ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اعمال امت کو تلقین فرمائے، وہ تعلیمات عطا فرمائی اور وہ گر سکھائے جن کو اختیار کر کے ایک مسلمان خالق ومخلوق دونوں کی نظر میں محبوبیت کا مقام حاصل کرسکتا ہے، تحقیر،

> اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر مخلوق میں سب سے پہلا حق کسی کا ھے تو وہ ماں باپ کا ھے، ان سے محبت کرنا، حقوق کی ادائیگی کی بنیاد ھے، کیوں کہ محبت کے بغیر انسان صحیح معنی میں حق کی ادائیگی پر آمادہ نہیں ھوتا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین سے محبت کرنے کا حکم دیا اور اس کو عبادت بتلایا ھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ پر محبت بھری نگاہ ڈالنا ایک مقبول حج کا ثواب رکھتا ھے اور جتنی دفعہ محبت بھری نگاہ سے انھیں دیکھے گا اتنا ھی ثواب ملے گا، (مشکوٰۃ)



تعظیم سے بدل سکتی ہے، اور توہین، تکریم سے بدل سکتی ہے، اور اگر ان تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی اختیار کی جائے تو اعلیٰ علیین سے نکل کر انسان اسفل سافلین میں جاگرے گا اور خالق ومخلوق دونوں کی نظروں سے ایسا گرے گا کہ در در کی ٹھوکریں، کھاتا پھرے گا، کوئی محبت بھری نگاہ ڈالنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیماتِ محبت تلقین فرمائی ہیں ان میں بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان ایمان واعمالِ صالحہ کا مادّہ اپنے اندر پیدا کرلے، تو وہ خالق کی نظر میں محبوب بن جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوبیت حاصل کرنے کے لیے ایمان واعمال، عبادات اور احکام الٰہی کی پابندی سے بڑھ کر کوئی اور راستہ نہیں ہوسکتا، وحی الٰہی کی زبان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ اختیار کیے رہے، رحمت والا اللہ ان کے لیے محبت پیدا کردے گا۔ (سورۂ مریم، آیت: ۹۶) اس ایمان وعمل صالح کی کیفیت میں جس قدر کمی اور بڑھوتری ہوگی اسی اعتبار سے انسان کی محبوبیت میں بھی فرق ہوگا، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، حضرت جبرئیل علیہ السلام اس پیغامِ محبت کو فرشتوں میں پہنچاتے ہیں، فرشتے بھی ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر یہی محبت زمین پر نازل ہوتی ہے، تو زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، بحوالۂ معارف القرآن جلدِ پنجم) ہرم بن حیانؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص پورے دل کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کی محبت اس کے دل میں ڈالتے ہیں۔

محبوبیت کا دوسرا سبب ہے اخلاق،

اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرتِ طیبہ ایک کھلی کتاب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ کے ہر طبقہ کے ساتھ کس طرح اخلاق کا برتاؤ کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہی اخلاق نے آپ کو نبوت سے پہلے بھی لوگوں کی نظر میں وہ محبوبیت ومقبولیت عطا کی ہے، کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے احترامی محسوس کرتے اور "صادق وامین" کہہ کر پکارتے، آپؐ کے انہی اخلاق میں سے ایک نرمی بھی ہے، جو ہر خیر کا زینہ ہے، اس کے بالمقابل سختی ودرشتی ہے، جس سے آدمی لوگوں کی نگاہوں میں مردود ہوجاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص میں کوئی خیر نہیں ہے جو نہ کسی سے مانوس ہو اور نہ دوسرے اس سے مانوس ہوں۔ (ترمذی بحوالہ سیرت النبیؐ: ۶/ ۲۳۷) بداخلاقی کی فہرست میں تکبر اور شیخی بگھارنا بھی ہے، اس سے انسان خالق ومخلوق کی نظر میں محبوب سے محروم ہوجاتا ہے، قرآن کریم میں متعدد مقامات پر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر شیخی بگھارنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتے، (سورۂ حدید، آیت: ۲۳) قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اعمال محبوبیت کی فہرست بتلائی گئی ہے، کہ احسان، توبہ، توکل، انصاف پسندی، تقویٰ، راہِ خدا میں جہاد، صبر اور صفائی ستھرائی کے حامل افراد کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں، اور یہ ممکن ہی نہیں کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں محبوب ہوں اور مخلق کی نظر میں مبغوض ہوجائے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے آداب میں سے ایک ادب "سلام" کی تلقین کی ہے، جو سراسر آپس میں ایک دوسرے سے محبت پیدا کرنے کا اعلیٰ ترین سبب ہے، اس کے لیے جانے انجانے مرد وعورت، چھوٹی بڑی کسی کی تفریق نہیں ہے، اس کو جس قدر عام کیا جائے گا اسی قدر آپس میں محبت پیدا ہوگی اور نفرت دور ہوگی، حدیث میں ہے کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں نہ جاگے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو، میں تم کو ایسی بات بتلاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگوگے تو آپس

میں محبت پیدا ہوگی، اور وہ یہ ہے کہ باہم "سلام" کو عام کرو۔ (ترمذی بحوالہ سیرت النبی: ۳۶۸/۶)

دوسروں کی نگاہوں میں محبت کا مقام حاصل کرنے کا ایک اہم طریقہ یہ بتلایا گیا ہے کہ مسلمان کو کسی مسلمان سے نفرت بالکل نہ ہو، حتیٰ کہ گنہگار سے بھی نفرت نہ ہو، گناہ سے تو نفرت ہو گناہ کرنے والے کی ذات سے نفرت نہ ہو، بلکہ ایمان کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی ایک محبت بھرا پیغام انتہائی متاثر کن انداز میں ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے بغض وحسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے بے رخی اختیار کرو؟ اے اللہ کے بندو! تم سب آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ"۔ (سیرت النبی: ۲۳۲/۲)

چاہے دوسروں سے محبت کی بات ہو یا خود کو دوسروں کی نگاہوں میں محبوب بنانے کی بات ہو دونوں ہی کا سرچشمہ شریعتِ مطہرہ اور سیرتِ طیبہ ہے، محبت کے یہ دونوں عنوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو سکھلائے اور وہ بھی ایسے وقت میں جب کہ معاشرہ نفرتوں کا جنگل اور جنگل کے درندوں کی بدترین آماجگاہ بن چکا تھا، ایسے نفرتوں کے منحوس سایہ میں اور بھیڑیوں جیسی سنگدلی والے ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرتاپا ذات محبت اور شریعتِ مطہرہ کی شکل میں قیامت تک آنے والی انسانیت کے نام محبت بھرا آخری پیغام نعمتِ غیر مترقبہ وہدیہ لازوال سے کچھ کم نہ تھا، اسی بات کو معمار سیرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے یوں فرمایا ہے کہ: "محبت کا یہ پرکیف نغمہ دنیا نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زبانِ مبارک سے سنا، تسلی اور تشفی کا یہ روح افزا پیام آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک لبوں سے ادا ہوا، عفو وکرم کے بحر بیکراں کا یہ ساحل امید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھانے سے ہم کو نظر آیا اور گنہگاروں کو "میرے بندو!" کہہ کر پکارے جانے کی عزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وسیلہ سے میسر آئی، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (سیرت النبی: ۲۸۶/۴)

## قرض کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوائے قرض کے شہید کی ہر خطا اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے راستہ کی جنگ قرض کے سوا ہر خطا کو مٹادیتی ہے۔

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے جہاد کا ذکر کیا اور فرمایا اللہ کے راستہ میں جنگ کرنا اور اس پر ایمان لانا بہترین اعمال ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کے راستہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں معاف ہو جائیں گی، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، لیکن تم اس طرح مارے جاؤ کہ صبر واجر کی طلب ہو اور آگے بڑھتے جاؤ پیچھے نہ مڑو، پھر فرمایا تم نے کیا سوال کیا تھا، عرض کیا کہ مجھے یہ بتایئے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں معاف ہو جائیں گی، فرمایا ہاں، مگر اس صورت میں کہ تم صبر کرتے ہوئے اجر کی طلب میں آگے بڑھتے ہوئے قتل کیے جاؤ مگر قرض پھر بھی معاف نہ ہوگا، مجھ سے جبریلؑ نے یہی کہا ہے۔ (مسلم)



# شہیدِ محراب

## حضرت عمر بن خطابؓ

تحریر: سید عمر تلمسانی (ترجمہ: حافظ محمد ادریس)

اپنے ماضی سے رشتہ جوڑنے کیلئے ہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا انتخاب کیا، کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو کیوں منتخب کیا گیا؟ میں اس کا جواب پورے اطمینان اور یقین کے ساتھ دے سکتا ہوں، کہ آج ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں، اس کے لیے سیرتِ فاروقی اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے، حضرت عمرؓ نے زندگی کے ہر معاملے میں تربیت کا حکیمانہ اسلوب اور دلنشین انداز اختیار کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا: "میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا"۔

حضرت عمرؓ کے مناقب حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے ملتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول حضرت عمرؓ کی رفعتِ شان کی زندہ علامت ہے، "میری امت میں دین کے معاملات میں عمرؓ کی رائے سب سے قوی ہے"۔

اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین سے بھی فرمایا: "اگر کسی مشورے میں تم دونوں کی رائے ایک ہو تو اس کی مخالفت نہیں کروں گا"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمرؓ کی رضامندی اللہ کی رحمت ہے"۔

سیدنا ابوبکرؓ اور عمرؓ کو آتے دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دونوں میرے سمع وبصر ہیں"۔ (ترمذی والحاکم، عن انسؓ وعلیؓ، اسد الغابہ، جلد سوم)

میں نے حضرت عمرؓ کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے وہ آپؓ کی سیرت کی وسعت کے مقابلے میں بہت کم ہے، میں اسے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں اور میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ دعوتِ اسلامی کے میدان میں ایک بیج کا کام دے، جس سے اخلاق وکردار اور تعلیم وتربیت کا تناور درخت وجود میں آجائے، اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنے نور کو مکمل کرسکتا ہے، اس نور کو بجھانے والے پھونکیں مارتے رہیں گے، مگر انہیں کامیابی نہ ہوگی، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑلیں اور اس کے دفاع کے لیے معذرت کے بجائے مردانگی کا رویہ اختیار کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بندوں سے محبت کرنا خیر وبرکت کا باعث ہوتا ہے۔

صاحب کہف اللہ اور اس کے دین کی محبت میں گھر سے نکلے تو ان کا کتا بھی ساتھ چل دیا، جہاں اصحاب کہف کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں ان کے کتے کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے، کتا تو بہر حال کتا ہی تھا، لیکن اللہ کے بندوں کا ساتھ دینے کی وجہ سے اس کا ذکر وحی ربانی میں زندہ جاوید ہوگیا، حضرت عمرؓ کے ساتھ تعلق خاطر کی برکت سے شاید اللہ ہماری بگڑی بنادے۔

### غلطی کا اعتراف اور رجوع

حضرت عمرؓ بہترین نمونہ اور تربیت کی اعلیٰ مثال تھے، انسان ہونے کی حیثیت سے ان سے غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوئیں، مگر وہ غلطی پر اصرار کرنے کے بجائے ہمیشہ اپنی غلطی کا اعتراف کرلیتے تھے اور فوراً اصلاح احوال کی فکر کرتے تھے، اپنی غلطی کو چھپانے کے بجائے کھلے عام

اس کا اعتراف اور اپنے موقف سے رجوع آپؓ کا وطیرہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ کیا تو اس کی شرائط پر سبھی مسلمان ظاہر طور پر ناخوش اور مایوس ہوئے، حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس موقع پر کچھ سوالات بھی پیش کیے، جن کا تذکرہ امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے بعد میں جب حضرت عمرؓ کو احساس ہوا تو آنحضور صلی اللہ علیہ سے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور پھر زندگی بھر اس واقعہ پر استغفار کرتے رہے۔

میں حضرت عمرؓ کے بارے میں اس لئے نہیں لکھنا چاہتا تھا کہ ان کی ذات میں کوئی عجوبہ پایا جاتا ہے، وہ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، نہ رسول تھے نہ نبی اور نہ فرشتہ، وہ بشر ہی تھے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر عظیم احسان تھا کہ اس نے انہیں اعلیٰ ترین صفات سے نوازا تھا، میں نے انہیں صفات کے حوالے سے سیرت عمرؓ پر قلم اٹھانے کا ارادہ کیا ہے، تاکہ میں بھی اور میرے دیگر ابنائے امت بھی سبق حاصل کریں، عمرؓ بھی انسان ہونے کے ناتے بھوک پیاس اور خوشی غمی سے متاثر ہوتے تھے، آپ کی بھی انسانی خواہشات موجود تھیں، مگر آپ کی عظمت یہ تھی کہ نہ تو بھوک میں آپ کوئی پست حرکت کرتے تھے، نہ خواہشات کی غلامی میں شرافتِ انسانی سے گرتے تھے غصے میں خوف خدا سے بھی عاری نہ ہوتے تھے اور خوشی میں یاد خدا سے بھی غافل نہ پائے گئے تھے، ایک دن ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں دیکھا کہ جراد (ٹڈیاں) پکڑ کر چادر میں جمع کر رہے ہیں، پوچھا: ”ابا جان! یہ کیا کر رہے ہیں؟“ فرمایا: ”میرا دل چاہتا تھا کہ بھونی ہوئی ٹڈیاں کھاؤں، پس میں انہیں پکڑنے کے لیے نکل آیا“۔ یہ اس دور کی بات ہے جب آپؓ امیر المومنین تھے، چاہتے تو کسی کو حکم دے دیتے کہ صحرا سے ٹڈیاں پکڑ کر لائے، مگر آپؓ نے ایسا نہ کیا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنے زمانہ خلافت میں بارہا دیکھا کہ وہ دسترخوان پر بیٹھے تو سوائے کھجوروں کے اس پر کچھ نہ ہوتا تھا، آپؓ تروتازہ کھجوروں کے علاوہ پرانی اور خشک کھجوریں بھی شوق سے کھا جاتے تھے، آج ہمارا حال کیا ہے؟ دسترخوان پر جو کچھ بھی موجود ہو اس سے ہمیں اطمینان نہیں ہوتا، بلکہ ہم مزید کے طلبگار رہتے ہیں، حضرت عمرؓ جو کچھ بھی روکھا سوکھا مل جاتا تھا اس پر مطمئن ہو جاتے تھے، اور غیر موجود ماکولات کی تمنا میں کفِ افسوس نہیں ملتے تھے۔

حضرت عمرؓ سے محبت اور اس کی وجہ

میں حضرت عمرؓ سے جذباتی محبت رکھتا ہوں اور اس محبت کی وجہ حضرت عمرؓ کی ذات یا شخصیت نہیں، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کا قرب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے محبت اس کا منبع ہے، حضرت عمرؓ کی سیرت میں پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے درس ہائے تربیت پنہاں ہیں، اگر اس روشنی سے ہم کوئی کرن پالیں تو دل ودماغ سے ہر شک وریب اور اور وسوسہ وخلل نکل جائے، ہم اسلام سے محبت کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مولا کا پسندیدہ اور چنیدہ نظام زندگی ہے، اس اسلام کو زندہ صورت میں دیکھنا ہو تو ان عظیم شخصیتوں کی سیرت کا مطالعہ کیجئے جو اس اسلام کے لیے جئے اور اس کیلئے مرے، حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔

ہم اسلام کا دفاع کسی تعصب اور اندھی تقلید کی وجہ سے نہیں کرتے، بلکہ ہمارے نزدیک ہماری جان ومال اور ہر چیز سے زیادہ محبوب چیز یہی دین اسلام ہے، ہم اس کے لیے سب کچھ قربان کر سکتے ہیں، مگر اسے نہیں چھوڑ سکتے، ہم اللہ رب العزت سے نہایت عجز وانکساری کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کا مصداق بنا دے۔

”میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا رہے گا جو حق پر قائم ہوں گے، جو ان سے دشمنی رکھیں گے یا ان کی مخالفت کریں گے وہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے، وہ



مرتے دم تک حق پر قائم رہیں گے“۔ اور ہماری یہ تمنا اور آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حدیث کا نمونہ بنا دے ”اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دین میں ایسے افراد پیدا کرتا رہے گا جن سے اپنی اطاعت ووفاداری کا کام لے گا“۔

یہ دین محض عبادت کا مذہب نہیں، بلکہ مکمل نظام زندگی ہے، زندگی کے ہر شعبے میں اس نے واضح ہدایات وتعلیمات دی ہیں، کوئی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ اور کوئی بڑی سے بڑا امر اس نے اندھیرے میں نہیں چھوڑا، پوری زندگی منظم کر کے انسان سے مطالبہ کیا کہ اس کی پیروی کرے دنیا کے مصلحین اور مفکرین کا میں نے جس قدر مطالعہ کیا ہے، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسلام سے بہتر کوئی نظریہ اور نظام دنیا میں نہیں پایا جاتا، ہمارے جو نوجوان محض مغربی نظریات وافکار کے خوشہ چین ہیں انہیں اپنے دین مبین کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے، اب وہ مغرب کی تقلید کے داعی ہیں، مگر مجھے یقین ہے کہ اگر وہ غیر متعصب ہو کر اسلام کا مطالعہ کریں گے تو مغرب کا پرچار کرنے کی بجائے اسلام کے مبلغین بن جائیں گے، میں تو اسلام کے دلائل کو اس قدر قوی اور غالب پاتا ہوں کہ مجھے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا کہ کوئی ہمیں شکست نہ دے جائے، اسلام سراپا نور ہدایت ہے، دنیا میں جس قدر بھی اندھیرا پھیل جائے اسلام کی روشنی موجود رہے گی، اگر تاریک رات میں ایک دیا سلائی جلا دی جائے تو وہ روشنی پیدا کر کے اپنا وجود منوالیتی ہے، پھر امتِ مسلمہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ نورِ کامل کے باوجود مرعوب ہے؟

❖ ❖

# رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ ؍روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ”ادارہ رضوان“ کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔ سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زرِ سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔ یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ”رضوان“ خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرما دیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ”رضوان“ کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

# کامیاب زندگی کے راز

مولانا محمد ہارون معاویہ

زندگی کو کامیاب طریقے سے گزارنا ہر انسان کا خواب ہوتا ہے، جس کے لیے انسان ساری زندگی مارامارا پھرتا ہے، اور دن رات جہدِ مسلسل کرتے کرتے وہ چکنا چور ہو جاتا ہے، لیکن ہمت پھر بھی وہ نہیں ہارتا، کیوں کہ اس کے سامنے ایک بڑا مقصد ہوتا ہے اور وہ مقصد ہے زندگی کو کامیاب سے ہمکنار کرنا۔

یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ کامیاب زندگی سے مراد صرف دنیا کی زندگی کی کامیابی مراد لیتے ہیں اور بعض عقلمند لوگ دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی مراد لیتے ہیں اور یوں نظریہ اگرچہ ہر ایک کا الگ ہوسکتا ہے لیکن بہر حال مقصد سب کا زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر یہ کامیاب زندگی ہمیں ملے کس طرح؟ تلاش کرنے والوں نے اسے دولت اور روپیہ پیسہ کی چمک دمک میں بھی تلاش کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہی اس وقت سب سے زیادہ اپنی زندگی کے ہاتھوں پریشان ہیں، راتوں کی نیند ان کی بے سکونیوں میں غلطاں ہے۔

بے شک دنیا کا ہر ذی شعور انسان کامیابی اور سکون چاہتا ہے، ہر کسی کو اسی کی طلب اور جستجو ہے، یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی اقتدار اور بڑے بڑے عہدوں کا طالب ہے، کوئی دولت کا پرستار ہے، کوئی گھر بنانے کی فکر میں ہے، تو یہ لوگ بھی حقیقت میں کامیاب زندگی اور سکون ہی کے طلبگار ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ایک یہ سمجھتا ہے کہ مجھے راحت اور خوشی تخت وتاج اور بادشاہت اور وزارت سے ملے گے، دوسرا یہ سمجھتا ہے کہ مجھے کامیابی دولت کے انبار سے ملے گی، تیسرا یہ سمجھتا ہے کہ مجھے قلبی اطمینان گھر کے بسانے اور بچوں کی معصوم شرارتوں سے حاصل ہوگا، تو یوں وسائل اور ذرائع کے بارے میں تو یہ سب مختلف ہیں لیکن مقصد کے بارے میں سب متفق ہیں۔

کامیابی اور سکون کی طلب ہر کسی کو ہے، لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ سکونِ قلب کی دولت بہت کم لوگوں کو حاصل ہے، جو لوگ بظاہر نہایت راحت اور آسائش میں معلوم ہوتے ہیں ان کی اندرونی حالت اگر آپ کبھی دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ساری دنیا کی پریشانیوں کا نشانہ یہی ہیں، حضرت تھانویؒ نے اس پر ایک لطیفہ لکھا ہے، فرماتے ہیں، میرے ایک استاد فرماتے تھے کہ ایک شخص نے دعا کی کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام مل جائیں، چنانچہ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام ان کو مل گئے، اس نے کہا کہ حضرت! یہ دعا کردیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس قدر دنیا دیں کہ میں بالکل بے فکر ہو جاؤں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ بے فکری اور راحت دنیاداری میں نہیں ہوسکتی، اس نے پھر اصرار کیا، انہوں نے فرمایا اچھا تو کسی اچھے شخص کو چھانٹ لے، جو تیرے نزدیک بالکل بے فکر اور نہایت آرام میں ہو، میں یہ دعا کروں گا تو بھی اسی جیسا ہو جائے، اور تین دن کی مہلت اس کو دی، آخر اس نے لوگوں کی حالت کو دیکھنا شروع کیا، جس کو دیکھا کسی نہ کسی تکلیف یا شکایت اور پریشانی میں پڑا پایا، بہت ہی تلاش کے بعد اس کو ایک جوہری



نظر آیا، جس کے پاس نوکر چاکر بھی بہت کچھ تھے، اولاد والا بھی تھا اور اس کو بظاہر کوئی فکر اور پریشانی نہ معلوم ہوتی تھی، اس کو خیال ہوا کہ اس جیسا ہونے کی دعا کروں گا، لیکن ساتھ یہ بھی خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ بھی کسی بلا اور مصیبت میں گرفتار ہو اور میں بھی دعا کی وجہ سے اس بلا میں گرفتار ہو جاؤں، لہٰذا بہتر ہے کہ اول اس جوہری سے اس کی اندرونی حالت دریافت کرلوں، چنانچہ اس جوہری کے پاس گیا اور اپنا پورا ماجرا اس کو کہہ سنایا، جوہری نے ایک آہِ سرد کھینچی اور کہا: خدا کیلئے مجھ جیسا ہونے کیلئے دعا ہرگز نہ کرانا میں تو ایک ایسی مصیبت میں گرفتار ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی دشمن بھی گرفتار ہو۔

بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ میری بیوی بیمار ہوئی اور بالکل مرنے کے قریب ہوگئی، میں اس کو مرتے دیکھ کر رونے لگا، اس نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو؟ میں مرجاؤں گی، تم دوسری شادی کرلوگے، میں نے کہا: نہیں اب میں ہرگز نکاح نہ کروں گا، کہنے لگی: سب کہا ہی کرتے ہیں پورا کوئی بھی نہیں کرتا، میں چونکہ اس کی محبت میں مغلوب تھا اور اس وقت اس کے مرنے کا نہایت سخت رنج دل پر تھا، میں نے استرا لے کر اپنا عضو تناسل یعنی پیشاب کا مقام فوراً کاٹ ڈالا اور اس سے کہا کہ اب تو تجھ کو اطمینان ہوگیا، کہا ہاں ہوگیا، وہ اپنے مرض سے بچ گئی، اب چوں کہ میں بالکل بیکار ہو چکا تھا اس لیے اس نے میرے نوکروں سے سازباز کرلیا، یہ جس قدر اولاد جو تم دیکھتے ہو سب میرے نوکروں کی عنایت ہے، میں اپنی آنکھوں سے اس حرکت کو دیکھتا ہوں، لیکن اپنی بدنامی کے خیال سے کچھ نہیں کہہ سکتا، اس لیے تم مجھ جیسے ہونے کی ہرگز دعا نہ کرانا۔

آخر اس شخص کو یقین ہوگیا کہ دنیا میں کوئی آرام سے نہیں، جب تیسرے دن حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کیا رائے ہے؟ اس نے کہا حضرت یہ دعا کردیجئے کہ خدا مجھے اپنی کامل محبت اور کامل دین عطا فرمائے، چنانچہ آپ نے دعا فرمادی اور وہ شخص کامل دیندار ہوگیا۔

تو حقیقت میں دنیاداروں میں کوئی بھی آرام میں نہیں، اندرونی حالت سب کی پریشان ہے، اس واسطے کہ دنیا کی حالت یہ ہے کہ ایک آرزو ختم نہیں ہوتی دوسری شروع ہو جاتی ہے، اور کوئی تقدیر پر راضی ہے نہیں، ہر ایک یوں چاہتا ہے کہ یہ بھی طے ہو جائے اور وہ بھی ہو جائے اور سب امیدوں کا پورا ہونا دشوار ہے، اس لیے نتیجہ اس کا پریشانی ہے، گویا ظاہر میں مال اور اولاد سب کچھ ہے۔

خصوصاً اس دور میں آپ غور فرمائیں تو آپ کو ہر شخص مضطرب اور پریشان نظر آئے گا، جسے دیکھیں اسے روزگار کی، عزیز واقارب کی اور دوست واحباب کے حالات کی شکایت کرتا ہوا پائیں گے، کسی کو سکون اور راحت حاصل نہیں، دورِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ دل کے سکون اور اطمینان کا فقدان ہے، حالانکہ آج کے انسان کو راحت اور آسائش کے وہ وسائل اور سامان حاصل ہیں جن کا اس کے آباء واجداد نے بھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا، یہ فرّاٹے بھرتی کاریں، یہ دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے والے ہوائی جہاز یہ نرم وگداز گدیلے بستر، یہ فریجیں اور ایئر کنڈیشنڈ، یہ ساری چیزیں ہمارے آباء واجداد کو کہا حاصل تھیں، لیکن اس کے باوجود وہ ہمارے مقابلے میں پرسکون زندگی گزارتے تھے اور ہم راحت کے تمام اسباب کے باوجود مضطرب اور پریشان ہیں، بلکہ صورتِ حال تو کچھ ایسی ہی ہوگئی ہے کہ جن لوگوں کو زیادہ آسائشیں حاصل ہیں وہ اور زیادہ پریشان ہیں۔

شاید آپ جانتے ہوں کہ ہالی وڈ عیش پسندوں کیلئے سب سے بڑی جنت ہے، ساری دنیا کے محروم اور پس ماندہ لوگ ہالی وڈ کے رہنے والوں پر رشک کرتے ہیں لیکن اخبارات ورسائل میں یہ بات آچکی ہے کہ وہاں کے رہنے والے قابلِ رحم زندگی گزار رہے ہیں، ان کے دلوں کا

اضطراب اور بے اطمینانی انتہا کو پہنچ چکی ہے، وہ دنیا کی ہر آسائش پالنے کے بعد اکتاہٹ کا شکار ہوجاتے ہیں، ان کی بے اطمینانی کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ بعض اوقات وہ اکتاہٹ کو کم کرنے کیلئے اپنے مکانوں حتیٰ کہ بیویوں کا بھی آپس میں تبادلہ کرلیتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود انکو قلبی سکون اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔

یہ ایک پرانی کہاوت ہے کہ آبِ حیات بحر ظلمات میں پایا جاتا ہے، علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ یورپ عالمِ ظلمات تو ہے لیکن اس میں آبِ حیات نہیں، جس سے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ چوں کہ یورپ والے وحی کے علم سے محروم ہیں اس لیے ان کی ساری ذہانتیں لوہیں اور جمادات اور برق ونجارات پر صرف ہورہی ہیں، انسان کو انسان بنانے کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں، بلکہ ان کی ساری صلاحتیں جمادات کو مختلف شکلیں دینے پر مرکوز ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دورِ حاضر کے انسان کی صبح سے شام تک کی زندگی مشینی بن گئی ہے، اس نے پرندوں کی طرح اڑنا اور مچھلیوں کی طرح تیرنا تو سیکھ لیا لیکن انسانوں کی طرح رہنا نہ سیکھا۔

مضطر اور بے قرار انسان نے کامیابی اور دل کا سکون حاصل کرنے کے لیے بے شمار غلط راستے اختیار کیے، لیکن اسے سکون نہ مل سکا، کسی نے سوچا کہ راحت اور سکون اقتدار میں ہے لیکن اقتدار ملنے کے بعد پتہ چلا کہ یہاں تو ایک لمحہ کا سکون نہیں، عبدالرحمٰن اموی جو اسپین میں چار برس تک مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا جب دنیا سے رخصت ہوا تو لوگوں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا میں نے اپنی پوری زندگی میں صرف چودہ دن سکون کے دیکھے ہیں۔

کوئی سمجھتا ہے کہ سکون دولت کی کثرت سے ملتا ہے، لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کا یہ حال ہے کہ انہیں کاروباری اور دوسری پریشانیوں کی وجہ سے راتوں کو نیند نہیں آتی، وہ خواب آور گولیوں کے بغیر نہیں سوسکتے۔

یونان کے کروڑپتی تاجر اور اسٹائل اوناسس کی بیٹی کرسٹینا اپنے باپ کی وارث اور یونان صنعتِ جہاز رانی کی ملکہ ہے، مگر اس ساری دولت سے وہ دل کا سکون نہیں خرید سکی، وہ ساری دنیا میں ماری ماری پھرتی ہے، اس نے کئی شادیاں کی ہیں مگر پھر بھی اسے سکون نہیں مل سکا۔

کسی کا خیال ہے کہ اگر انسان کی جنسی خواہشات پوری ہوجائیں تو اسے سکون مل سکتا ہے، چنانچہ یورپ میں جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے زنا عام کردیا گیا ہے، زناکاری اور لواطت کو قانونی تحفظ حاصل ہے، باہمی رضامندی سے جب چاہیں جس سے چاہیں زنا ہوسکتا ہے، بیویوں کا آپس میں تبادلہ ہوسکتا ہے، عورتیں کرائے پر مل جاتی ہیں، انڈیانا اسٹیٹ میں ایک شہر آباد ہے، جس میں چھوٹے بڑے، مرد اور عورت سب مادر زاد ننگے رہتے ہیں، لیکن اتنی آزادی دینے کے باوجود اضطراب کا عالم یہ ہے کہ:

امریکہ میں ہر تین منٹ میں ایک قتل ہوتا ہے، ہر تیرہ منٹ میں ایک زنا بالجبر کیا جاتا ہے، ہر ۸۱ سیکنڈ میں کوئی زبردست ڈاکہ پڑتا ہے۔

کسی کی سوچ یہ ہے کہ منشیات کے استعمال سے سکون ملتا ہے، لیکن کون نہیں جانتا کہ منشیات نے ہزاروں گھروں کو تباہ کردیا ہے، اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

یہ تمام ذرائع انسان کو حقیقی سکون نہیں دے سکے، جب کہ انسان سکونِ دل کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔

چنانچہ اب سوال یہ ہے کہ یہ کامیاب زندگی اور سکون کی دولت کہاں ملے گی؟ مینارۂ نور کے بعض مضامین میں اس جواب کی وضاحت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کامیاب زندگی کس طرح حاصل ہوگی؟ اور کامیاب زندگی کن رازوں میں پوشید ہے؟

●●



# عہد نبوی

## اور آج کے یہود کی مماثلت

مفتی اشتیاق احمد (نائب مفتی دارالعلوم حیدرآباد)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا میں انسانوں کو پیدا فرمایا اور طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، سب سے زیادہ نعمتیں اہل کتاب یہود اور نصاریٰ کو عنایت فرمائیں، اس کا نتیجہ تو یہ ہوتا کہ دوسروں کی بہ نسبت یہ لوگ اللہ ربّ العزت کے زیادہ شکر گذار ہوتے، لیکن اس کے برعکس یہ لوگ ناشکری اور نافرمانی پر اتر آئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دارین کے عذاب میں گرفتار فرمایا، دنیا میں بھی یہ ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت میں تو ہوں گے ہی۔

بار بار اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی اور اس کے شکریہ کی تلقین فرمائی، لیکن اس قوم نے خدا کی ایک نہ سنی، (پورے قرآن پاک خصوصا سورۂ بقرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے)۔

اسلام سے قبل مدینہ میں یہود فرماں روا تھے، اس لیے کہ ان دنوں اہل مدینہ میں نہ تو علم تھا نہ دولت اور نہ ہی طاقت، یہود کے پاس طاقت، دولت، صنعت وتجارت اور علم سب چیزیں تھیں، اہل مدینہ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے، ان کو اپنے سے زیادہ مہذب اور شائستہ تصور کرتے تھے، غربت وافلاس کی وجہ سے اپنے کو ان سے کم تر سمجھتے تھے، یہودیوں کے باعزت ہونے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کی کتاب تھی، دوسرے لوگ اس کا دعویٰ نہیں کرسکتے تھے، اس لیے سارا طمطراق یہودیوں کو ہی حاصل تھا۔

سود اور سودی کاروبار انہیں لوگوں کی ایجاد اور ان کا دلچسپ نفع بخش نظام ہے، یہ مال ودولت کے بہت حریص ہوتے ہیں، ان کا سلسلہ قارون سے ملتا ہے، ان میں سے جن کے پاس جتنا زیادہ مال ہوتا ہے وہ اور زیادہ مال کے طلب گار ہوتے ہیں، اس نظام میں دولت مند زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹتا ہے، اور غریب بے چارے غریب سے غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں، آج اسی نظام کی نحوست ہے کہ امیر اور غریب کے درمیان فاصلہ بڑھتا چلا جارہا ہے، اور غربت کے خاتمہ کی تدبیریں سوچی جارہی ہیں لیکن کامیابی نہیں مل رہی ہے، اور مل بھی نہیں سکتی کہ اس نظام میں دولت کی تقسیم کے بجائے اس کی ترکیز وجمع ہوتی ہے۔

یہود دولت مند تھے، یہ غریبوں کو سودی قرض دیا کرتے تھے اور سود کی بڑی سے بڑی شرحیں عائد کرتے تھے، قرض کی وجہ سے یہ لوگ غریبوں کے بال بچوں اور عورتوں کو اپنے پاس ''رہن'' کے طور پر رکھتے تھے، مختلف طریقوں سے دوسروں کے مال وجائیداد پر تصرف کرتے تھے، یہودیوں میں مال ودولت کی طمع اور حرص اس قدر زیادہ تھی کہ اگر کوئی معصوم بچی دو چار روپے کا زیور پہنے ہوئے ہوتی تو محض اس زیور کی خاطر بچی کو پتھرے مار مار کر ہلاک کردیتے تھے۔ (بخاری شریف: ۱۰۱۶/۲)

مال ودولت کی کثرت کی وجہ سے ان کے اندر زناکاری اور بدکاری عام ہوگئی تھی، چونکہ اس کے مرتکب عموماً امراء اور مال و دولت والے زیادہ ہوتے تھے اس لیے ان پر حدودِ الٰہی (رجم وغیرہ) جاری نہیں ہوتے تھے، حالانکہ تورات میں زانی کے لیے رجم کی سزا صراحت کے ساتھ موجود تھی، ہاں اگر کسی مفلس، فقیر اور عام آدمی سے زنا ہوتا تو اس کو ضرور سزا دیتے تھے، بالآخر انہوں نے اپنی خواہشات کی وجہ سے آیات پر عمل کرنے کے بجائے زانی کو کوڑے لگانے اور چہرہ کالا کرنے پر اکتفاء کرنے لگے اور

اس پر سارے علمائے یہود نے اجماع کر لیا تھا اور رجم کی آیت کو چھپاتے تھے، تاکہ راز فاش ہو کر ان کی بے عزتی نہ ہو جائے۔ (الفوز الکبیر: ۲۹) یہ لوگ اسی حال میں مدینہ منورہ میں اپنا جابرانہ اور خود غرضانہ اقتدار قائم کیے ہوئے تھے، ان کے اندر ساری کی ساری اخلاقی گراوٹیں موجود تھیں۔

جب اسلام مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو اس کی ضیا پاش کرنوں سے ساری تاریکیاں چھٹ گئیں اور شہر رسول ﷺ کا گوشہ گوشہ روشن ہو گیا، پاکیزہ تعلیمات سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کے سائے میں آنے لگے، اسلام کی اشاعت کے ساتھ ہی یہودیت کی اشاعت رک گئی، بلکہ یہودیوں کے مذہبی وقار کو زوال آنے لگا، عموماً مدینہ کے مشرکین یہودیت قبول کر رہے تھے لیکن وہ اسلام سے متاثر ہو رہے تھے، اسلام کی طرف کشش کے ماحول کو دیکھ کر ان کے کان کھڑے ہو گئے، ان کا بازار ٹھنڈا پڑنے لگا۔

اسلام سے قبل انصار کے دو قبیلے ''اوس اور خزرج'' کے آپسی اتحاد کے ذریعہ یہودیوں کی طاقت ٹوٹ چکی تھی، لیکن ان یہودیوں نے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی کے تحت ان دونوں قبیلوں کو لڑا دیا، جس کے نتیجہ میں انصار مدینہ کی طاقت پھر کمزور پڑ گئی تھی، (جاہلیت کی یہ جنگ ''بعاث'' کے نام سے جانی جاتی ہے)، اسلام کے آنے کے بعد پھر یہ دونوں قبیلے آپس میں متحد ہو گئے، ان کی طاقت پھر مضبوط ہو گئی تھی، یہود کو انصار کا اتحاد قطعاً گوارہ نہیں تھا، بلکہ اس سے وہ پھر خائف ہو گئے تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی جو قوت ہے وہ انہیں دونوں متحد قبیلوں کی وجہ سے ہے، اگر ان دونوں کو پھر سے لڑا دیا جائے تو اسلام خود بخود دفنا ہو جائیگا، چنانچہ ان لوگوں نے سازش کے تحت اپنے چند افراد کو ایک ایسے مجمع میں بھیجا جہاں اوس اور خزرج کے بہت سے آدمی بیٹھ کر باتیں کرتے تھے، ان افراد نے ان کے درمیان ''جنگِ بعاث'' کا تذکرہ چھیڑ دیا، اس کے بعد دونوں طرف سے پرانی باتیں جو دب گئی تھیں اور عداوتیں جو ختم ہو گئی تھیں تازہ ہو گئیں، لعن طعن ہوتے ہوتے تلواریں نکل گئیں، حسن اتفاق کہ رسول اکرم ﷺ کو فوراً اطلاع ہوئی، آپ ﷺ تشریف لائے اور فریقین کو پند و نصیحت کی، آپ ﷺ کی نصیحت سے یکلخت آگ ٹھنڈی ہو گئی، اس موقع سے ایک آیت نازل ہوئی جس میں یہودیوں کی باتوں میں نہ آنے کی تلقین کی گئی اور اس کی خطرناکی سے آگاہ کیا گیا۔

**یاأیها الذین آمنو ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتاب یردو کم بعد ایمانکم کافرین، (آل عمران)**

مسلمانو! اگر تم اہل کتاب کے بعض لوگوں کی بات مانو گے تو وہ لوگ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔

پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا، مسلمان عورتیں اس پر مکمل طور پر عمل پیرا تھیں، اس سے بدنگاہی پر کنٹرول ہو رہا تھا، عریانیت کے دلدادہ یہودیوں کو حجاب اور نقاب سے چڑ تھی، ایک بار مدینہ کے بازار میں ایک انصاری خاتون پردہ کے ساتھ نقاب اوڑھے ہوئے آئی، یہودیوں نے اس باپردہ خاتون کا مذاق اڑایا، اس کی بے حرمتی کی، ایک باغیرت مسلمان کو یہ دیکھا نہ گیا، اس نے یہودی کو مار ڈالا، یہودیوں نے اس مسلمان کو شہید کر ڈالا، بات بہت بڑھ گئی، بالآخر یہی واقعہ مدینہ سے ان شرپسند یہودیوں کے جلاوطن ہونے کا سبب بنا۔

(ملخص از سیرت النبی: ۱؍۴۰۲)

عہد نبویؐ میں شعر و شاعری کا بڑا زور تھا، حالات کا رخ پھیرنے میں شاعری سے مدد لی جاتی تھی، تنہا ایک شاعر قبیلہ کے قبیلہ میں شعر کے اثر سے آگ لگا دیتا تھا، کعب بن اشرف یہودی بھی بہت بڑا مشہور شاعر تھا، اس نے مکہ جا کر مشرکین مکہ، قریش اور ابوسفیان وغیرہ کو بھڑکایا، بدر کے انتقام پر برانگیختہ کیا۔

(ایضاً: ۱؍۴۰۶)

اسی کعب بن اشرف نے آپ ﷺ کو ہلاک کرنے کی سازش کی تھی، آپ ﷺ کو ایک دعوت میں بلایا اور لوگوں کو متعین کر دیا کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو



دھوکہ سے آپ ﷺ کو ہلاک کر دیں...... بالآخر یہی سازش الٹے اس ملعون کی ہلاکت کا سبب بنی اور اس کو حضرت محمد مسلمہؓ نے کیفر کردار تک پہنچایا۔ (ایضاً)

یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوششیں کیں، لیکن ان کی ساری تدبیریں ناکام ہوئیں، اسلام کا آئین اور قانون ان کے وضع کردہ آئین سے یکسر مختلف تھا، اسلام میں اخلاق کی بلندی تھی، وہ لوگ اخلاقی گراوٹ کے شکار اور اس کے دلدادہ تھے، اسلام میں حرص، بخل، کینہ، حسد اور عداوت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینک دیا گیا تھا اور یہ یہود ان سارے مخرب اخلاق اعمال کے پروردہ اور گرویدہ تھے۔

(الفوز الکبیر: ۲۷)

اسلام نے سود کو ناجائز اور حرام قرار دیا، جب کہ یہود اسے اچھی سوداگری تصور کرتے تھے، فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی دولت آ گئی تھی اس لئے انصار ان کے سودی قرضوں سے نجات پا گئے تھے، اس طرح ماحول اور معاشرہ پر اسلام کا بول بالا تھا، یہودیت سے نفرت پھیلنے لگی تھی، مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت میں یہودیوں کی ایک نہ سنی، بلکہ ان کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، شروع شروع میں جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا مسلمانوں نے یہودیوں کی رعایت کی، آپس میں نقطۂ اتفاق بھی قرآن نے متعین کر دیا:

**قل یا اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الا الله (آل عمران)**

آؤ! ہم سب توحید کے تسلیم کرنے پر صد فیصد متفق ہو جائیں۔

لیکن انہوں نے ایک نہ سنی، ایک نہیں دسیوں معاہدات ہوئے، ہر ایک کی خلاف ورزی انہیں کی طرف سے سامنے آئی، لیکن کسی جگہ ان کو کامیابی نہ مل سکی، ہر جگہ ناکامیوں کا ہی منہ دیکھنا پڑا، اسلام کی اشاعت میں ان کی دسیسہ کاریوں سے ذرہ برابر فرق نہ پڑا، بلکہ خیر القرون میں ہی اسلام دنیا کے اکثر گوشوں میں پہنچ چکا تھا، اس میں جہاں اسلام کی عمدگی اور اچھائیوں کو دخل ہے وہیں اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کی مسلسل محنت، لگن اور بے پناہ جذبۂ اعلاء دین کا بھی اچھا خاصہ حصہ ہے، ان کے اندر یہ جذبہ ہر لحہ موجزن رہتا کہ کسی طرح بھی جہنم کی طرف رخ کیے ہوئے اللہ کے بندے جنت کی طرف چلنے لگیں، کسی بھی طرح روئے زمین سے برائیوں اور گناہوں کا خاتمہ ہو جائے، ہر فرد بشر اللہ کی بندگی کرنے والا ہو جائے، سارا خطۂ ارض ذکر الٰہی سے معمور ہو جائے۔

آج بھی اگر دنیا پر نظر ڈالی جائے تو یہود عہد نبویؐ کے یہودیوں کی طرح اخلاقی گراوٹ کے شکار ہیں، پہلے سے کہیں زیادہ انہوں نے ''سودی نظام'' کو دنیا کے چپے چپے میں پھیلا دیا ہے، بلکہ اگر عالمی پیمانہ پر جائزہ لیا جائے تو شاید ہی چند ممالک ایسے ملیں گے جو ان یہودیوں کے قرضوں سے زیر بار نہ ہوں، سرمایہ دارانہ نظام ایسا ہمہ گیر ہو گیا ہے کہ دنیا کا کوئی ملک اس سے بری نہیں، دولت کی حرص میں ان کے جرائم میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے، ان کی سازشیں آج پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک ہیں، جس طرح ابتدائے اسلام میں ان کو اسلام سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا، آج اس سے کہیں زیادہ یہ لوگ اسلام کو خطرہ محسوس کر رہے ہیں، اس لیے مختلف عنوانات سے دولت، مسلمانوں اور مسلم ممالک کو اپنے قبضہ و تصرف میں لیتے چلے جا رہے ہیں، اگر آج بھی مسلمانوں نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو انجام نہایت ہی خطرناک ہوگا، مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کی، ان کے اندر عریانیت، فحاشی اور زنا کو عام کرنے کی یہ بڑی اعلیٰ پیمانہ پر کوششیں کر رہیں ہے، مسلمانوں کے درمیان مختلف قسم کی عصبیت کے بیج بو کر لڑانے میں کامیاب ہو رہے ہیں، ''شیعہ سنی'' کے اختلاف کو ہوا دے کر مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو نقصان پہنچا رہے ہیں، جس طرح انہوں نے انصار مدینہ کے دو قبیلوں ''اوس اور خزرج'' کو لڑا کر مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتے تھے آج بھی اپنی پرانی سازش ''لڑاؤ اور

حکومت کرو" پر عمل پیرا ہیں، جس طرح پردہ کے احکام کے نزول کے بعد انصاری برقعہ پوش خاتون کی بے حرمتی کی تھی آج بھی مختلف انداز سے برقعہ اور حجاب پر تنقیدیں کرتے اور مسلمان پاک باز عورتوں کو اس کے خلاف ورغلاتے ہیں۔

عہد نبویؐ میں یہ لوگ حالات کا رخ پھیرنے اور اپنے موافق حالات بنانے کے لیے شعروشاعری کا استعمال کرتے تھے، آج بھی اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں "میڈیا" کے سارے ہتھکنڈوں کو اپنے کنٹرول میں لے کر اسلام کے خلاف استعمال کررہے ہیں۔

جس طرح عہدِ نبویؐ میں یہ لوگ آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتے تھے آج بھی مسلمانوں کو مشتعل کرنے یا کسی اہم معاملہ سے ذہن پھیرنے کے لیے یہ لوگ بار بار سرکار دوعالم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے اور استہزاء او رمذاق کا ماحول بناتے ہیں۔

جس طرح عہدِ نبوی ﷺ میں یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کو ہلاک کرنے کی سازش کرتے تھے آج بھی مسلمانوں کے رہنماؤں اور بزرگوں کو نیست ونابود کرنے کی سازشیں رچتے تھے اور بہانے بناتے ہیں۔

لیکن مسلمانوں کو عہدِ نبوی ﷺ کو سامنے رکھ کر حوصلہ بلند رکھنا چاہیے اوران یہودیوں کی سازشوں کا جم کر مقابلہ کرنا چاہیے، انشاء اللہ ان کی ساری تدبیریں خاک میں مل جائیں گی اور اسلام کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا، مسلمانوں نے ہوش وحواس اور شعور سے کام لیا اور ہر پیمانہ پر ان کا مقابلہ کیا تو وہ دن دور نہیں کہ ان کو اپنی منہ کی کھانی پڑے گی۔

## میدان جہاد میں جنت کی خوشبو

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میرے چچا انسؓ بن نضر بدر کی لڑائی میں موجود نہ تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بدر کی لڑائی میں شریک نہ تھا، اب اگر اللہ تعالیٰ مجھے مشرکین کے قتال کے وقت حاضر کردے گا تو اللہ تعالیٰ بھی دیکھے گا کہ میں کیا کروں گا۔ جب اُحد میں مقابلہ کا دن ہوا اور مسلمان تتر بتر ہو گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ جو کچھ میرے ساتھیوں نے کیا میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا اس سے بھی بری ہوں، ناگاہ سعد بن معاذؓ سامنے آگئے تو وہ بول اٹھے اے معاذؓ جنت، نضر کے رب کی قسم، میں جنت کی خوشبو اُحد کے اسی طرف سے پا رہا ہوں۔ حضرت سعدؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ جو کام انہوں نے کیا وہ حقیقت میں مجھ سے نہ ہوتا۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ اُوپر اَسّی نشان تلوار، نیزے اور تبر کے اپنے چچا کے بدن پر دیکھے اور ان کو مشرکوں نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا کہ کوئی ان کو پہچان نہ سکتا تھا، ان کی بہن نے ان کی انگلی کے پور کے نشان سے ان کو پہچانا، انسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت اُتری ہے شاید وہ ایسے ہی مؤمنین کے بارے میں اُتری ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا، لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَاءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (احزاب۔ ع۳)

مسلمانوں میں سے کچھ مرد ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس عہد کو سچ کردکھایا جو اللہ سے کیا تھا توان میں سے کوئی ایسا ہے کہ اپنا ذمہ ادا کرچکا اور کوئی منتظر ہے۔ اور انہوں نے ذرا سا بھی ردوبدل نہیں کیا تاکہ اللہ سچوں کو سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اللہ چاہے سزا دے یا ان کو توبہ کی توفیق بخشے، بیشک اللہ بخشش والا رحمت والا ہے۔



# آہ! مولانا ناصر علی ندویؒ

مولانا قمر الزماں ندوی استاذ مدرسہ نور الاسلام

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مؤقر استاذ، شیخ الحدیث اور قاضی کونسل کے رکن رکین جناب مولانا ناصر علی ندویؒ ار جون ۲۰۰۷ کو ایک حادثہ میں انتقال کرگئے۔ "إنا لله وإنا إليه راجعون" انکی عمر ۷۴ سال کی تھی، مولانا ناصر علی کی پیدائش خرم نگر لکھنؤ میں ۱۹۳۳ میں ہوئی آپ کے والد ماجد جناب عاشق علی صاحب ضلع بارہ بنکی کے باشندہ تھے اور شعبۂ بجلی میں سرکاری ملازم تھے گھریلو ماحول علمی ودینی تھا ایسے ہی ماحول میں مولانا کی پرورش ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں پائی، اور پھر شہر کے اسکول سے مڈل پاس کیا، اس دوران گھر پر دینی تعلیم کا نظم ونسق بھی تھا جہاں قرآن مجید اور اردو وفارسی پڑھتے تھے، ثانوی تعلیم کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا، اور ابتدائی عربی فضیلت تک کی تعلیم اسی دانش کدہ میں حاصل کی۔

آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ماہر اساتذۂ کرام اور ارباب بصیرت علماء سے خصوصی استفادہ کیا، آپ کے اہم اساتذہ میں مولانا اسحاق سنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسباط علی صاحب مرحوم ہیں، جن سے آپ نے خصوصی طور پر علم فقہ میں استفادہ کیا۔

## تدریسی خدمات

ابتداء ہی سے آپ ذہین اور فطرتاً حاضر جواب تھے، جسکی وجہ سے اساتذہ کی نظروں میں محبوب تھے، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عالمیت کی تکمیل کے بعد شعبۂ دینیات میں اختصاص کیا اور ۱۹۶۵ میں سند فراغت حاصل کی اسکے بعد تکمیل کے شعبۂ میں داخلہ لیا اور خالی گھنٹوں میں اساتذہ کی جگہ پڑھاتے رہے اور پھر جلد ہی دارالعلوم میں استاذ مقرر ہو گئے۔

## شیخ الحدیث کے منصب پر

ابتداء میں آپ نے دارالعلوم میں شروع کی کتابیں پڑھائیں رفتہ رفتہ آپ کی صلاحیت پروان چڑھتی رہی اور پھر ثانویہ اور عالیہ کی کتابیں پڑھانے لگے۔

۱۹۸۹/۱۹۹۰ میں آپ کی علمی زندگی کا وہ مبارک اور سنہرا موقع آیا جب ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن صاحب ندویؒ کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث کے عظیم اور مبارک ترین مسند درس پر فائز ہوئے جس پر تاوفات فائز رہے اور بحسن خوبی اس خدمت کو انجام دیتے رہے، صحیحین کے علاوہ ترمذی شریف اور اصول فقہ کی بعض فقہی کتابیں آپ کے ذمہ تھیں۔

## دیگر علمی عہدہ ومنصب

مولانا دارالعلوم ندوۃ العلماء میں المعہد العالی للقضاء والافتاء کے صدر شعبہ تھے اور دارالافتاء کے سارے فتاوے آپ کی نظر ثانی کے بعد ہی جاری کئے جاتے تھے، ۱۹۸۶ میں جب دالعلوم ندوۃ العلماء میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا تو آپ قاضی کونسل کے رکن نامزد ہوئے اور تاحیات یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

کتابی صورت میں کوئی علمی سرمایہ یادگار نہیں ، ہے لیکن افراد اور رجال کار کی صورت میں ندوی فضلاء اور اہل علم وتحقیق کی ایک بڑی جماعت تیار کردی جنکا فیض پورے ہندوستان میں پھیل رہا ہے، اور اطراف عالم

بقیہ صفحہ (۲۵) پر

ارباب فتاویٰ اور اہل علم کے لئے عظیم علمی پیشکش

الحمدللہ...... فتاویٰ محمودیہ مکمل 20 ضخیم جلدوں میں منظر عام پر

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیر نگرانی

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے ہزاروں فتاویٰ کا مجموعہ

زیر سرپرستی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی

**تبویب:** مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے متفرق مسائل کو متعلقہ عنوانات کے تحت الگ الگ ابواب میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

**تخریج:** ہر مسئلہ (پہلے سے باحوالہ ہو یا بغیر حوالہ) کی امہات کتب سے تخریج کی گئی ہے اور جو حوالے پہلے سے درج ہیں ان کی تخریج جدید مطبوعہ متداول نسخوں سے کی گئی ہے۔

**تحقیق و تعلیق:** اگر کہیں سوال و جواب میں موجود مخصوص صورتحال یا کسی اور سبب کی بناء پر ابہام یا اجمال ہے یا غیر مفتی بہ قول پر فتویٰ دیا گیا ہے تو ان کی نشاندہی بھی حاشیہ میں کر دی گئی ہے اور کتب معتبرہ و متداولہ کی روشنی میں مسئلہ کی تحقیق کر کے اس پر تعلیق تحریر کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف فیہ مسائل میں ارباب فقہ و فتاویٰ کی آراء کو ذکر کر کے راجح قول کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

دیگر خصوصیات

- تدوین فقہ و فتویٰ سے متعلق تفصیلی مقدمہ۔
- حضرت مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ اور ان کے فتاویٰ کی تصدیق و تصویب کرنے والے مفتیان کرام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب، حضرت مولانا مہدی حسن صاحب، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب کے تفصیلی حالات اور زندگی۔
- مجمل عنوانات کی وضاحت اور تسہیل۔
- ہندی، فارسی اور اردو کے مشکل الفاظ کے معانی۔
- اٹھارہویں، انیسویں، بیسویں اور بقیہ تمام جلدوں کے ساتھ (جو ابھی پاکستان میں دستیاب نہیں ہیں)
- کمپیوٹر کی معیاری کتابت اور سفید معیاری کاغذ۔
- لیمینیشن، مضبوط جلد، اضافی پلاسٹک کور کے ساتھ۔
- امپورٹڈ، مضبوط لیمینیشن کے ساتھ خوبصورت کارٹن میں

فوری رابطہ کے لئے:
ادارہ الفاروق کراچی
جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 75230

Tel:+92-21-4599167- 4599168 FAX: 4571525 E-mail: Info@farooqia.com




# تعلیم یا تخریب

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

لغت میں علم کے معنی اَن جانی باتوں کو جاننے کے ہیں، اس لحاظ سے تعلیم کے معنی ہوئے اَن جانی باتوں کو بتانا اور ان سے واقف کرانا، اس لحاظ سے ہر ایسی بات بتانے کا نام ''تعلیم'' قرار پاتا ہے جس سے وہ پہلے سے آگاہ نہیں رہا ہے، یہ بات اچھی ہو یا بری اور فائدہ مند ہو یا نقصان دہ ہو، لیکن اصطلاح میں ہر بات سے واقف کرانے اور واقف ہونے کو تعلیم و تعلم نہیں کہا جاتا، بلکہ ایسی باتیں سیکھنے اور سکھانے کو تعلیم کہا جاتا ہے جس کا مقصد صالح ہو، جس سے انسان کا نفع متعلق ہو اور جس سے شخصیت کی تعمیر مقصود ہو، مثلاً کوئی شخص چوری کرنا اور ڈاکہ ڈالنا سکھائے تو اسے تعلیم نہیں کہیں گے، ہاں، اگر چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کے مفاسد بتائے جائیں، تاکہ لوگوں کو ایسے جرائم سے بچنے پر آمادہ کیا جائے تو اسے تعلیم کہنا درست ہوگا، کیوں کہ پہلی صورت تخریب پر مبنی ہے، اور دوسری صورت تعمیر پر، اگر کسی درسگاہ میں انسانوں کو قتل کرنے کی تلقین کی جائے اور اس کے طریقے بتائے جائیں تو علم پہنچانا اور علم حاصل کرنا نہیں ہے، کیوں کہ یہ تو انسانی سماج کے لیے زہر ہے، اس کے برخلاف اگر قتل انسانی کے شرور و مفاسد واضح کیے جائیں اور انسان کو بتایا جائے کہ سماج کو ظلم و بربریت سے بچانا چاہیے، تو یہ یقیناً ''تعلیم'' ہے، غرض کہ ہر کھوج اور تحقیق کا نام علم نہیں، ٹھیک اسی طرح جیسا کہ کھایا زہر بھی جاتا ہے، لیکن اسے کھانا نہیں کہتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی حقیقت کو علم نافع اور علم غیر نافع کی جامع اور معنی خیز تعبیر سے واضح فرمایا ہے، آپ ﷺ نے محض علم کی دعا نہیں فرمائی، علم نافع کی دعا فرمائی اور ایسے علم سے خدا کی پناہ چاہی جو نافع نہیں ہو، جو علم انسان کو سنوارنے کے بجائے بگاڑتا ہو، جو علم انسانیت کے چہرے کو آراستہ کرنے کے بجائے داغ دار کرتا ہو، جو علم صحت و شفاء کے بجائے بیماری کا باعث بنتا ہو اور جس علم سے سماج میں محبت کی شبنم برسنے کے بجائے بداخلاقی کے شعلے بھڑکتے ہیں، وہ علم علم نہیں جہل ہے، اس کا سکھانا پڑھانے والوں کو عالم و دانشور بنانا نہیں ہے، بلکہ جاہل و بے دانش بنانا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں یونیسیف (Unicef) اور ورلڈ پاپولیشن فنڈ کی تحریک پر اسکول کے طلبہ کے لیے ''تعلیم برائے نوبلوغیت'' شروع کی جارہی ہے اس خوب صورت عنوان کے تحت اصل میں جنسی تعلیم دینا مقصود ہے، جنسیات کی تعلیم اصل پروگرام کے تحت KG سے لے کر انٹر تک کے طلبہ و طالبات کو دی جائے گی، تاہم پہلے مرحلہ میں چھٹی جماعت سے بارہویں جماعت تک کو ہدف بنایا گیا ہے، اور اس کے لیے نصابی کتابوں کی ترتیب کا کام شروع ہو چکا ہے، حکومت کا ارادہ ہے کہ پہلے سنٹرل بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن (CBSE) کے تحت چلنے والے آٹھ ہزار اسکولوں میں جون ۲۰۰۷ء سے یہ تعلیم شروع کردی جائے، نیز مرکزی وزارت فروغ انسانی وسائل ریاستی حکومتوں پر بھی زور دے رہی ہے کہ وہ اپنے تحت چلنے والے اسکولوں میں اس تعلیم کو جلد از جلد شروع کریں، یونیسیف کا کہنا کہ اس تعلیم کا مقصد، HIV اور ایڈس کی وبا کو روکنا ہے۔

اس تعلیم کے خد و خال کیا ہوں گے اور بچوں کے اخلاق پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ اس کو جاننے کے لیے وہ کتابیں کافی ہیں جو ''یووا'' (نوجوان) کے نام سے مرتب کی گئی ہیں، اس کا پہلا حصہ

چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت میں شامل نصاب کیا گیا ہے، اس کتاب میں دہلی سے نکلنے والے ایک ماہنامہ کی رپورٹ کے مطابق چھٹی جماعت کے بچوں کے لیے خوب صورت چارٹ کے ذریعہ مرد وعورت کے صنفی اعضاء کو دکھا دیا گیا ہے، بلکہ طلبہ وطالبات سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی نوٹ بک میں اس تصویر کو اتاریں، ساتویں کلاس کے طلبہ وطالبات کو کنڈوم کے استعمال کا طریقہ بتایا گیا ہے، مرد وعورت کے صنفی تعلق کو واضح کیا گیا ہے، اور غیر فطری طریقے بھی بتائے گئے ہیں اور ان کو ایسی تدبیروں کی رہنمائی کی گئی ہے، کہ وہ بیماری سے بچتے ہوئے ان کا استعمال کرسکیں، آٹھویں جماعت کے طلبہ وطالبات کو رنگین چارٹ کے ذریعہ تولیدی نظام سمجھایا گیا ہے، اور صنفی اعضاء کے نام یاد دلائے گئے ہیں، اس طرح کی بعض اور ایسی باتیں ہیں جن کا ذکر بھی بارِ خاطر ہے، پھر اس مقصد کے لیے اساتذہ کو خصوصی تربیت دی جارہی ہے، اور اس بات کی بھی تلقین کی جاتی ہے کہ یہ تعلیم مخلوط ماحول میں دی جائے، طلبہ وطالبات کو ایک دوسرے سے قریب کرکے بیٹھایا جائے اور ان مضامین کی وضاحت میں شرم وعار کو بالکل راہ نہ دی جائے۔

غور کیجئے یہ تعلیم انسانیہ کی تعمیر کرے گی یا تخریب؟ اس سے طلبہ وطالبات میں بہتر اخلاق پیدا ہوں گے یا بداخلاقی کا دور دورہ ہوگا؟ یہ ایڈس کو روکنے کا ذریعہ ثابت ہوگا یا مزید اس کے پھیلاؤ کا سبب بنے گا؟ اور کیا اس کو تعلیم کہنا بھی درست ہے؟؟ اس بات پر ساری دنیا متفق ہے کہ عفت وپاکیزگی ایڈس سے بچاؤ کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، زنا اور غیر فطری طریقہ پر جنسی لذت اندوزی ایڈس کا بنیادی سبب ہے، مغربی تہذیب لذت پرستی میں اس قدر آگے بڑھ گئی ہے، کہ اس نے فطرت کی ساری حدیں توڑ دی ہیں، نکاح کو بوجھ سمجھ لیا گیا ہے، آزادانہ جنسی تعلق کو ہر شخص کا حق تسلیم کرلیا گیا ہے، مسلمہ مذہبی اور اخلاقی حدود کو فرسودہ اور ازکار رفتہ قرار دے کر انہیں دقیانوسیت سمجھا جارہا ہے، وہ اس بے سمت سفر میں اتنا آگے جاچکے ہیں کہ ان کے لیے واپسی دشوار ہوگئی ہے، اب وہ اس موقف ہی میں نہیں ہیں کہ اپنی قوم کو عفت وپاکدامنی اور آبرومندی کی دعوت دے سکیں، اس لیے انہوں ''جائز جنسی تعلق'' پر اکتفا کرنے کی دعوت دینے کے بجائے ''محفوظ جنسی تعلق'' کا نعرہ لگایا ہے، اس کے لیے نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی جنسی افعال کے بارے میں تفصیل بتائی جاتی ہے اور پھر اس کو اس طریقہ پر انجام دینے کی تلقین کی جاتی ہے کہ بدکاری پر تو کوئی روک نہیں لگے، البتہ بیماری سے بچانے کی کوشش کی جائے، ہمارے لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم اپنے سماج کو مغرب کے حیا باختہ سانچہ میں ڈھالنا چاہتے ہیں یا ہمیں یہ پسند ہے کہ آئندہ ہماری نسلیں شرم وحیاء کا لباس اتار پھینکیں اور آزادی وروشن خیالی کے نام پر عصمت وعفت کے تار تار بکھیر دیں؟

کسی بھی تعلیم کے مفید اور نتیجہ خیز ہونے کے لیے وقت کا انتخاب بڑی اہمیت کا حامل ہے، اگر پرائمری اور مڈل سطح پر میڈیکل اور انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم دی جانے لگے، تو یقیناً یہ بے وقوفی کہلائے گی، انسانی زندگی بھی مختلف ادوار سے گذرتی ہے، اور ہر دور کے اپنے اپنے تقاضے ہوتے ہیں، بچپن کو خدا نے ایک خاص طرح کی معصومیت دی ہے، بچوں کا ذہن سادہ جنسی تصورات سے خالی رہتا ہے، ایسی صورت میں جنسی تعلیم ان کے ذہن کو پراگندہ کردے گی، کسی چیز کی واقفیت اس کی حرص کو جگاتی ہے، جب چھوٹے بچے، جن کا ذہن سادہ تختی کی طرح ہوتا ہے، اگلی منزلوں کے بارے میں سنیں گے تو اس سے تجسس پیدا ہوگا، وہ ان معلومات کو تجربہ میں لانا چاہیں گے، اور اس طرح برائی کا راستہ کھلے گا اور جو طلبہ وطالبات جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہیں، جب وہ ایک ساتھ ان مضامین کو پڑھیں گے، ان کی تصویریں بنائیں گے، اس پر باہم مذاکرت کریں گے، تو آپ سے آپ حیا کی دیواریں



منہدم ہوتی چلی جائیں گی اور پھر برائی کے لیے کوئی روک ٹوک باقی نہیں رہے گی، جیسا کہ اس وقت مغربی معاشرہ کی صورت حال ہے، پھر یہ مضامین پڑھانیوالے مرد یا عورت اساتذہ ہوں گے اور پڑھنے والوں میں مخالف جنس کے طلبہ وطالبات ہوں گے، اس سے اندیشہ ہے کہ پیشۂ تدریس کا تقدس بھی پامال ہوکر رہ جائے اور اساتذہ اور شاگردوں کے پاکیزہ رشتہ کے مجروح ہونے کے واقعات بڑھ جائیں۔

جنسی افعال ایک فطری عمل ہے اور وقت کیساتھ ساتھ فطرت خود اسے سکھاتی ہے، جیسے کسی بچہ کو ماں کے سینے سے دودھ پینے، بھوک لگنے، پر رونے اور خوش ہونے پر ہنسنے کی تعلیم نہیں دی جاتی، بلکہ معلم فطرت خود بچہ کو سکھا دیتا ہے، اسی طرح جنسی افعال عمر کی ایک حد پر پہنچنے کے بعد از خود انسانی شعور کا حصہ بن جاتے ہیں، اس کے لیے تعلیم وتعلم کی ضرورت نہیں، ہاں، جب لڑکے اور لڑکیاں جوانی کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں اس طرح بعض امور کی تعلیم دی جاسکتی ہے، کہ وہ تعمیر اخلاق کا سبب بنے، جیسے انہیں بے عفتی کے طبی، اخلاقی اور روحانی نقصانات بتائے جائیں، خلافِ فطرت افعال کے نقصانات سے ان کو آگاہ کیا جائے، صفائی ستھرائی کے سلسلہ میں اس طرح بتایا جائے کہ الفاظ کا پردہ تقاضۂ حیاء کو مجروح نہ ہونے دے۔

یہ مسئلہ صرف مسلمانوں کا مسئلہ نہیں، بلکہ پوری انسانیت کا مسئلہ ہے، کیوں کہ بے حیائی اور بے عصمتی کے گناہ ہونے پر تمام مذاہب متفق ہیں اور عقل ومشاہدہ اور سائنس اس کی تائید کرتی ہے، نیز یہ خو فطرتِ انسانی کا تقاضہ بھی ہے، خوشی کی بات ہے کہ بعض ہندو فرقہ پرست تنظیمیں سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کررہی ہیں، لیکن مسلمانوں کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہورہی ہے، حالانکہ ایک داعی اور دین حق کی حامل امت ہونے کی حیثیت سے ان پر اس سلسلہ میں خاص کر مسلمان مذہبی، رفاہی، تعلیمی اور ـ تنظیموں کو میدان عمل میں آنا چاہیے اور غیر مسلم بھائیوں کو ساتھ لے کر اس کے خلاف مزاحمت کرنی چاہیے، ورنہ مستقبل میں اخلاقی اعتبار سے یہ یک ایسی تباہ کن سونامی ثابت ہوگی کہ پھر اس کی بلاخیزی کو روکنا ممکن نہیں ہوگا۔

## آہ! مولانا ناصر علی ندویؒ............کا بقیہ

میں اس سے تشنگان علم سیرابی حاصل کررہے ہیں، اور علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

### اخلاق وعادات

آپ بڑے متحمل، معتدل مزاج اور سادگی پسند تھے اور اس قدر معمولی انداز میں رہتے تھے کہ شاید سادگی کو بھی آپ پر رحم آتا ہوگا، اور اخفاء کا یہ حال تھا کہ جب آپ حج کرنے جانے لگے تو ارباب اہتمام کے علاوہ کسی کو بھی روانگی کا علم نہ ہوسکا، نام ونمود اور شہرت پسندی کا آپ کے اندر شائبہ بھی نہ تھا، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ پر گامزن تھے خصوصاً مشاجرات صحابہ کے سلسلے میں آپ کا موقف انتہائی معتدل تھا، علم فقہ کے ماہر اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث ہونے کے باوجود نہ شخصیت کا انداز تھا اور نہ رعب ودبدبہ اور اظہار بلکہ عام آدمی کی طرح سادہ زندگی گذارتے تھے، اصول وضوابط کے حد درجہ پابند تھے، درس میں روزانہ طلبہ کی حاضری لیتے تھے، اور غیر حاضری پر تنبیہ بھی کرتے تھے، اس کے ساتھ ہی مزاج میں حد درجہ نرمی تھی، درس وتدریس کا موقع ہو یا ملاقات وگفتگو ہر جگہ خلیق وملنسار نظر آتے، فروعی وجزئی مسائل میں نہ سختی کے قائل تھے اور نہ ہی اس چیز کو بہتر سمجھتے تھے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محمود حسن حسنی ندوی

## شیخ الحدیث دارلعلوم ندوۃ العلماء

# مولانا ناصر علی ندوی کا انتقال

دالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث اور فقہ واصول فقہ کے باکمال استاد حضرت مولانا ناصر علی ندوی صاحب کا ایک حادثہ میں لکھنؤ میں یکم جون ۲۰۰۷ء کو جمعہ کے دن انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ناصر علی ندوی صاحب کا گھرانہ زراعت کا مشغلہ رکھتا تھا جب وہ پیدا ہوئے تو لکھنؤ کا خرم نگر کا علاقہ جواب لکھنؤ شہر کا ترقی یافتہ علاقہ شمار ہورہا ہے، ایک گاؤں کی شکل رکھتا تھا، سن ۱۹۳۰ء میں ۱۰۰انا پیدا ہوئے خاندانی مشغلہ میں ان کو بھی لگنا پڑا مگر علم کا شوق غالب رہا، دارالعلوم ندوۃ العلماء کارخ کیا، داخلہ لیا اور علم کے حصول میں جدوجہد شروع کردی، محنت خاندانی مزاج تھا، یہ محنت علم میں ترقی کرنے میں لگنے لگی، زندگی عملی تھی چنانچہ جو وہ پڑھتے گئے عمل میں لاتے گئے، اور اساتذہ کے منظور نظر ہوگئے، کئی کیلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے وہ ندوۃ العلماء آتے، راستہ میں ایک نہر پڑتی، ایسا بھی ہوتا کہ اس میں اترنا پڑتا، اور سائکل ہوتی تو اس کو بھی اتارتے پانی کبھی کبھی گردن تک ہوتا، مگر وہ یہ سب کچھ برداشت کرتے، ہرصورت وقت پر دالعلوم پہونچ جاتے، اور سارے گھنٹے محنت لگن ذوق وشوق سے پڑھتے، ساتھ میں اس کے لئے بھی وہ وقت نکال لیتے کہ ساتھیوں کو مذاکرہ کرائیں، اور خودمطالعہ کا اہتمام کرتے، اوراس میں ناغہ نہ ہونے دیتے چنانچہ بھی درجے محنت سے پڑھے اور امتیازی نمبرات حاصل کرتے رہے، ہردرجہ میں وہ اول پوزیشن ہی لاتے، عربی کی ابتدائی اور متوسط کتابیں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے اور صدر مفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد ظہور ندوی اعظمی سے پڑھیں، مولانا محمد اسباط صاحب دارالعلوم کے ایک ماہر استاد وہ ان کے خصوصی استاد رہے چونکہ وہ نابینا تھے، اس لئے ایسے ان استاد کو مطالعہ ہی کراتے تھے، اور بھی خدمت انجام دیتے، دوسرے استاد مولانا نورالحسن صاحب مرحوم سے بھی خاص تعلق رہا۔

حدیث کی اونچی کتابیں، محدث عصر علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا اسحاق سندیلوی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے پڑھیں، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے بخاری شریف کا کچھ حصہ پڑھایا تھا، جب کہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، نے ترمذی پڑھائی، اوران کی صلاحیت کے ان کے بھی اساتذ معترف رہے، سبق کے ساتھیوں میں نمایاں نام مولانا سید لقمان اعظمی مرحوم، مولانا محمد لقمان خاں مرحوم، ڈاکٹر سید ابراہیم ندوی مرحوم، کے علاوہ مولانا محمد عباس گیاوی، ناظر تعلیمات جامعہ ام المومنین عائشہ للبنات رائے بریلی کے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاد مقرر ہوگئے، ابتدائی درجات سے پڑھانا شروع کیا، پھر متوسط درجات میں گھنٹے لگے، جس زمانہ میں وہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی کتاب اسلام کیا ہے؟ پڑھاتے تھے، اس زمانہ کے ان کے شاگردوں میں ایک نمایاں نام مولانا سید محمد حمزہ حسنی مدیر رضوان وناظر عام ندوۃ العلماء کا ہے، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ، اصول فقہ واصول تفسیر، ابواب سنن ابوداؤد وموطا امام مالک اور صحیح مسلم وصحیح بخاری کے ان کے زیر درس رہیں، ۱۹۸۸ء جب دالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن ندوی اعظمی کا انتقال ہوا تو اگلے سال سے صحیح بخاری شریف مولانا ناصر علی صاحب کے ذمہ کی گئی، اور انہوں نے اس کا حق ادا کردیا، اس کے تیسرے سال کا درجہ راقم الحروف کا درجہ تھا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں جلدیں پڑھائیں اور بحمد للہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ رکھنے والی کتاب انہوں نے ختم کرائی، اور اپنے مزاج کے خلاف اپنے شاگردوں کی یہ درخواست بھی منظور فرمائی کہ تقریب ختم بھی مسجد دارالعلوم میں منعقد ہوجائے، چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی صدارت میں یہ تقریب منعقد ہوئے، مولانا بھی تشریف لائے، اور آخری حدیث کسی طالب علم نے پڑھی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنیؒ جو استاذی المعظم شیخ الحدیث بھی جونیت سے متعلق یاد دلائی، اوران دونوں حدیثوں کا جوڑ ثابت کیا، اور اپنی اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھالنے کی طرف توجہ دلائی۔

بخاری شریف کی دونوں جلدیں شیخ الحدیث صاحب کے ہی ذمہ تھیں، آخری چند سالوں سے جلد دوم کے بعض ابواب (مثلاً کتاب المغازی، کتاب تفسیر) مولانا سید سلمان حسینی ندوی کے زیر تدریس ہیں۔

شیخ الحدیث صاحب کا ایک خاص موضوع فقہ وفتاوی اور قضاء کا تھا پوری بحث وتحقیق کے ساتھ لوگوں کے مسائل حل کرتے، جدید فقہی مسائل میں بھی اپنی ٹھوس اور مضبوط آراء رکھتے، فقہ کی کتب مراجع پر نظر گہری تھی، وہ ایک باکمال فقیہ، ممتاز مدرس، منصف قاضی تھے، سفروں سے مناسبت کم تھی صحیح کا ایک مبارک سفر اور بخارا میں عام بخاری سے متعلق کانفرنس میں شرکت کیلئے سفر کیا، بخارا کانفرنس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور شیخ الفتاح ابوغدہ، بھی شریک ہوئے تھے۔

> مولانا مرحوم معمولات کے بڑے پابند تھے، رات کو جلدی سوجانا، سویرے جلد اٹھنا، معلوم ہوا کہ تین بجے رات کو اٹھ جایا کرتے تھے، باجماعت نماز ادا کرنا، تکبیر اولیٰ کا پورا اہتمام، فضولیات سے گریز، اسراف سے بچنا، کھانے پینے، پہننے، اور رہن سہن میں سادگی اور تواضع، صبح کسی پر بار نہیں بنتے تھے، دوسروں کے احسانات نہیں لیتے، اپنا کام خود سے کرتے، اپنے شاگردوں کی دعوت بھی قبول نہ کرتے، کہ کہیں "لااسئلك عليه اجراً" کے خلاف نہ ہوجائے، تعلیم وتدریس کا عمل انہوں نے عبادت سمجھ کر اور پوری یکسوی سے انجام دیا۔

مولانا مرحوم معمولات کے بڑے پابند تھے، محنتی اور جفاکش اور سقم الحال تھے رات کو جلدی سوجانا، سویرے جلد اٹھنا، معلوم ہوا کہ تین بجے رات کو اٹھ جایا کرتے تھے، باجماعت نماز ادا کرنا، تکبیر اولیٰ کا پورا اہتمام، فضولیات سے گریز، اسراف سے بچنا، کھانے پینے، اور رہن سہن میں سادگی اور تواضع، صبح کسی پر بار نہیں بنتے تھے، دوسروں کے احسانات نہیں لیتے، اپنا کام خود سے کرتے، اپنے شاگردوں کی دعوت بھی قبول نہ کرتے، کہ کہیں "لااسئلك عليه اجراً" کے خلاف نہ ہوجائے، تعلیم وتدریس کا عمل انہوں نے عبادت سمجھ کر اور پوری یکسوی سے انجام دیا، آخر دن تک پڑھانے آتے، فکر وعمل قول وقرار کا یہ آخری دن منگل تھا، بدھ کو صبح کی نماز کے بعد ٹہلنے کا معمول پورا کرتے ہوئے، ایک حادثہ کا شکار ہوئے کہ کسی نامعقول نے آپ کو ٹکر ماردی اور آپ سر کے بل گر پڑے زخمی ہوگئے، اور اسی وقت کوما میں چلے گئے، دماغ کا آپریشن کامیاب ہوا مگر اعضاء رئیسہ اتنے متاثر ہوچکے کہ شفایابی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی، جمعہ کا مبارک دن زندگی کا آخری دن ثابت ہوا ظاہری طور پر شہادت کی موت ہوئی، بعد نماز عصر دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے نماز جنازہ سوگوار کے بڑے مجمع کو پڑھائی، اوراسی بڑے مجمع نے ڈالی گنج قبرستان میں ہی سپرد خاک کیا، ارحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة وغفر له مغفرة تامة وادخله فی جنت البقيع مع انبياء والصلحاء والشهداء والصالحين الأبرار الأخيار۔

# عریانیت اور فحاشی کا سیلاب

مفتی مکرم محی الدین

اس وقت پوری دنیا میں بڑے منظم انداز کے ساتھ عریانیت کو فروغ دیا جارہا ہے، پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا ہر ایک دوسرے پر بازی لے جانے کے لیے جی جان کی کوشش کررہے ہیں، اس مسابقت کی وجہ سے تباہی دنیا والوں کا حصہ اور مقدر بن چکی ہے، دنیا والے اب اس برائی کے نہ صرف عادی وخوگر بن چکے ہیں بلکہ یہ جرثومہ ان کی طبیعت وفطرت کا حصہ بن رہا ہے۔

ایسی بات نہیں کہ عریانیت کے فروغ سے میڈیا کے علمبرداروں کا مقصود صرف انسانی ہوس اور خواہشاتِ نفسانی کی تسکین ہے بلکہ میڈیا کے سرغنوں کا ٹارگٹ اور نشانہ وہ بیش بہا اور لاقیمت پونجی ہے، جو انسانیت کو انسانیت کے دائرہ میں روکے رکھتی ہے، اور جب وہ ہاتھ سے چلی جائے تو انسان بلاتوقف جانوروں اور حیوانوں کے ریوڑوں سے جاملتا ہے، یہ ایمان واخلاق کی پونجی ہے، عقیدۂ آخرت اور حساب وکتاب کے استحضار کی لاثانی دولت ہے، انسان کو اگر اس سے ننگا کردیا جائے اور نوعِ انسانی اس سے اگر دست بردار ہوجائے تو دنیا کی پشت پر اس کا وجود بے کار ہے، نہ اس کو اپنی بقاء کا کوئی حق ہے اور نہ ہی اس کے بقاء کو گوارا ہی کیا جاسکتا ہے۔

جسمانی عریانیت، دراصل لازمہ اور ثمرہ ہے روحانی عریانیت کا، برہنگی اور عریانیت کے بار بار مشاہدہ سے پہلے دل اور روح بے لباس ہوتی ہے، پھر بدن سے کپڑے اترنے لگتے ہیں۔

اسلام نے عریانیت کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا ہے، ستر وحجاب کی انتہاء یہ کہ مشہور نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی الہ عنہا کو پردہ فرمانے کا حکم فرمایا، ازواجِ مطہرات کو تعجب ہوا کہ نابینا انسان کے سامنے پردہ کیسا، عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو کیا تم بھی اندھی ہوگئی ہو، وہ تم کو نظر نہیں آتے؟ (ترمذی:۱۸۸۹) اسلام نے ان چور دروازوں کو روا ہی نہیں رکھا جہاں سے عریانیت کسی معاشرہ میں در آتی ہے، عام حالات میں عورتوں کو اپنی چہار دیواری ہی میں رہنے کی تلقین کی ہے کہ یہی ان کے حق میں گوشۂ عافیت ہے، بلاضرورت اپنے مرکز سے نہ ہٹنے کی تعلیم وتلقین کی، حد یہ کہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے معاملے میں بھی مسجد کے بجائے گھر ہی کو مصلیٰ گاہ بنانے کو بہتر بتلایا گیا ہے، کسی ضرورت سے باہر نکلنا ہو تو ستر وحجاب کے متعلقہ قوانین کی رعایت لازمی قرار دی گئی ہے، ایسی کسی ہیئت وحرکت سے منع کیا گیا جو اجنبی مردوں کی کشش کا باعث بنے، بوڑھی اور سن رسیدہ عورتوں کو پردہ کے معاملہ میں شریعت نے نسبتاً تخفیف رکھی ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں "**غیر متبرجات بزینة**" (سورۂ نور:۶)

مستورات کیلئے ساتر لباس اختیار کرنے کی عادت اس شدت کے ساتھ ڈلوائی گئی کہ گھر کی چہار دیواری میں بھی اس میں لچک گوارا نہیں کی گئی، حضرت عائشہ



صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے یہاں داخل ہوئے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نسبتاً باریک کپڑہ زیب تن کئے ہوئے تھیں، صدیق اکبرؓ نے ان سے رخ پھیرلیا، اور فرمایا: بیٹی اسماء! جب عورت سن بلوغ کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بدن سے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے کچھ نہیں نظر آنا چاہئے۔

(ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ:۳۷۷)

خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل یہ ہے کہ آپؓ کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا ایک دفعہ آپؓ سے ملاقات کیلئے آئیں، ان کے سر پر باریک ڈوپٹہ تھا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے اس دوپٹہ کو لیا اور دو حصوں میں پھاڑ دیا، پھر اپنے پاس سے موٹا دوپٹہ اڑھایا، (مؤطا امام مالک بحوالہ مشکوٰۃ:۳۷۷)

آج کی تہذیب عورتوں کو عریانیت پر نہ صرف ابھارتی اور اکساتی ہے، بلکہ ایسی بدکار عورتوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے، عریانیت کی یہ فضا خود ان عورتوں اور ان کے ہم نواؤں بلکہ پوری انسانی برادری کے حق میں تباہ کن ثابت ہورہی ہے، عصمتوں پر ڈاکہ، آپس میں قتل وخونریزیاں، صحت ودولت کی بربادی، برسرِ عام عورتوں کا اغواء وغیرہ، ان سارے جرائم کا تعلق اسی بڑھتی ہوئی عریانیت سے ہے۔

اسلام نے عریانیت کی رتی برابر بھی تائید یا ہمت افزائی نہیں کی، بلکہ ایسی بے بے حیاء عورتوں کو لعنت کا اور نارِ جہنم کا پروانہ دیا ہے، چند احادیث ملاحظہ ہوں:

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا: میری امت کے آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے، وہ مساجد کے دروازں پر اتریں گے، ان کی عورتیں پہن کر بھی بے لباس ہوں گی، ان عورتوں کے سروں پر کمزور اونٹ کے کوہانوں کی طرح کوئی چیز ہوگی، ان پر لعنت کرو، کیوں کہ وہ ملعونہ ہیں، (مسندِ احمد:۲۲۳/۲) اس حدیث میں پہلے مردوں کی صفت اس لیے بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ مسلمان اور نمازی ہونے کے باوجود اپنی عورتوں کو نیم برہنہ لباس پہننے سے نہیں روکیں گے، اس لیے مرد نہیں بلکہ مردوں کی طرح کسی جنس کے افراد ہوں گے، حقیقی مرد تو وہ ہے جو اپنی عورتوں کو بے حیائی کے کاموں سے روکے، اپنی عورتوں کے ستر کو غیر مردوں کی نگاہوں سے بچائے، نہ یہ کہ وہ خود اپنی خواتین کو باریک اور چست لباس اور کپڑے لاکردے، جن میں ان کا جسم صاف جھلکے، وہ لباس پہننے کے باوجود ننگی رہیں کہ لباس کا جو مقصد ستر پوشی ہے وہ حاصل نہ ہو۔

عریانیت اور برہنگی، شخصی اور تنہا ایک گناہ نہیں، بلکہ متعدی اور کئی ایک گناہوں کا مجموعہ ہے، خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا ہے، انسانی اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنا ہے، بے حیائی، فحاشی اور بدکاری کی دعوت دینا ہے، اور ان کو فروغ دینا ہے، معاشرہ میں گندگی، اخلاقی انارکی کو عام کرنا ہے، وغیرہ، غرض عریانیت، نفسانی، جذباتی، جنسی، اخلاقی نوعیت کے تمام گناہوں میں بنیادی اور اوّلین کردار ادا کرتی ہے۔

ادھر چند سالوں سے عریانیت وفحاشی کی ایک نقد سزا دریافت ہوئی ہے، سزا کیا، وہ موت کا پروانہ ہے، جیتے جی انسان مرجاتا ہے، معاشرہ برادری سے کٹ جاتا ہے، علاحدہ کردیا جاتا ہے، یہ سزا اور بدترین سزا مرض ایڈس ہے، اس مرض کا وقوع نہ صرف یہ کہ عین قرینِ عقل وانصاف ہے بلکہ تکوینی نظام کے تحت اس کا واقع اور ظاہر ہونا عین مطابق ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ غیب بیان سے نکلے ہوئے یہ کلمات آج کے معاشرے پر کس قدر سچ ثابت ہورہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عریانی اور فحاشی عام ہوجائے گی تو لوگوں میں ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہوں گی جن

کے متعلق نہ تم نے پہلے کبھی سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباء واجداد نے، **اللھم احفظنا منھا**، ہمارے ہندوستان میں نوے کی دہائی کے شروع میں ایڈس کے مریض کی تشخیص کی گئی اس کے بعد سے ایڈس کے مریضوں میں اضافہ روز افزوں اور قابل دید ہے، مثال کے طور پر سال گذشتہ ہمارے ملک میں نئے متاثرین کی تعداد ۲۷،۰۰۰ ہزار تھی، جو اب معکوس ہندسوں میں بڑھ کر ۷۲،۰۰۰ بہتر ہزار ہوگئی ہے، (ٹائمس ادارہ ۴ر جولائی ۲۰۰۶) سال گذشتہ NACO نامی تنظیم نے ہندوستان میں 5.21 ملین، مثبت ایچ، آئی، وی (HIV Posi tiv) متاثرین کا اندازہ لگایا تھا، ایک دوسری تنظیم UN AIDS نے ذرا وسیع پیمانہ پر سروے کرتے ہوئے ملک میں ایڈس کے متاثر ہو کر دنیا سے چل بسنے والوں کی تعداد بھی بڑی عبرت خیز ہے، صرف ہندوستان میں سال گذشتہ ایڈس کی بنا چار لاکھ اموات واقع ہوئی ہیں۔

مضمون نگار کہتا ہے: UN AIDS کی حالیہ رپورٹ کے لحاظ سے سال ۲۰۰۵ء کے دوران ملک میں چار لاکھ ایڈس کی اموات نہ صرف لرزہ خیز ہیں، بلکہ انسانیت کے بقاء پر سوالیہ نشان ہے، (ٹائمس آف انڈیا، اداریہ مورخہ ۴ر جولائی ۲۰۰۶ء) ایک اور مضمون نگار نکولس ڈی کر سٹوف کے مطابق، اگر ایڈس کی موجودہ عالمی رفتار برقرار رہے تو مجموعی طور پر پوری دنیا میں ۲۰۲۰ تک ایڈس سے مرنے والوں کی تعداد ۷۰ ملین تک پہنچ جائے گی۔ (دکن کرانیکل ۷ر جون ۲۰۰۶)

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس تباہ کن صورت حال پر دنیا کے انسانوں کی آنکھیں کھل جاتیں اور رہنمایان قوم کا مردہ ضمیر جاگ جاتا اور تمام تر فحاشی وعریانیت کے ختم کرنے پر کمربستہ ہو جاتے اور کم از کم اس سلسلہ میں اسلام کی سراپا رحمت تعلیمات کو اپنا لیا جاتا اور انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کی خاطر عناد وسرکشی اور اسلام دشمنی کو پس پشت ڈال دیا جاتا، مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ بے حیائی وبرہنگی کو ماضی کی تاریخ بنا دینے کی آواز کوئی نہیں بلند کرتا، معاشروں کو صاف ستھرا، پاکیزہ اور عریانیت سے محفوظ بنانے کی بات کوئی نہیں کرتا، بات اگر کی جاتی ہے تو ایڈس سے مدافعت کی، حیا سوز چیتھڑوں کے استعمال کی، ایڈس کے جڑ پیڑ سے خاتمہ کی بات کوئی نہیں کرتا، ایڈس سے مدافعت کی مذکورہ تجویز بے معنی اور غیر معقول ہونے میں بعینہ اس کے مانند ہے کہ بھڑکتی ہوئی جان لیوا آگ میں خود ساختہ آتش پوش پہن کر خود کو جھونک دینے کا مشورہ دیا جائے یا کسی خونخوار درندے سے چند ابتدائی تدابیر کے بھروسہ پر، بار بار زور آزمائی کی تحریک کی جائے، ظاہر ہے اس طرح کی تجاویز مسئلہ کا دیرپا یا کامیاب حل نہیں قرار پا سکتیں، خطرہ سے حفاظت کے سلسلہ میں اس طرح کی تجاویز نہ صرف وقتی کہلاتی ہیں، بلکہ بالفرض بار آور ہوں تو بھی ان کو اتفاق ہی کا نام دیا جائے گا۔

موثر، کامیاب اور دانشمندانہ حل یہ ہوگا کہ اس چیز کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے، ایسے خطرہ سے نبرد آزمائی کا ہرگز ارادہ نہ کیا جائے جس کا جان لیوا ہونا یا کم از کم سخت ضرر رساں ہونا، دو اور دو چار کی طرح یقینی ہے، قرآن پاک کی تعلیم بھی ہے، دین وشریعت کا تقاضا یہی ہے، یہی عقل سلیم کی اپیل بھی ہے۔

سورۂ اعراف میں ہے: اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ، خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ ہوں اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے۔ تاکہ تم سمجھو: (الانعام:۱۵۲)

"اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے، اور بری راہ ہے۔ (بنی اسرائیل:۳۲)

ضرورت ہے قرآن کی ان انسانیت نواز تعلیمات پر عمل کرنے کی، کم از کم انسانی بنیادوں پر اسلامی معاشرت کو اپنانے اور اختیار کرنے کی کوشش کی جائے۔

●●



# میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

## جناب عبدالحلیم سے ایک گفتگو

احمد اوّاہ ندوی

احمد اوّاہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالحلیم: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: آپ اپنا خاندانی تعارف کرایئے اور اپنی تعلیم وغیرہ کے بارے میں بتایئے؟

جواب: میں ضلع بیگوسرائے بہار کے ایک راجپوت خاندان میں ۲۳ سال پہلے پیدا ہوا، میرا نام میرے گھر والوں نے نرل کما رکھا تھا، میرے پتا جی کا نام گنگا پرساد تھا، وہ فارمیٹ تھے، میرے چھ بہنیں اور تین بھائی مجھ سے الگ ہیں، میری والدہ بھی ہیلتھ ڈپارٹمنٹ میں ایل ایچ وی ہیں، ابتدائی تعلیم شاہ پور میں ہوئی اور سستی پور میں آچاریہ نریندر دیوتھا ودیالیہ سے بی اے کیا، میرے والد صاحب فطرتاً مسلمان تھے، مورتی پوجا کو حد درجہ احمقانہ بات سمجھ کر بڑی نفرت کرتے تھے، مجھے بھی بچپن سے اسلام سے بہت لگاؤ تھا، لوگ جب مندر میں پوجا کے لیے جاتے تھے تو میں ان سے کہتا تھا کہ ان پتھروں میں کیا رکھا ہے، سائنس کے اس یگ (دور) میں آپ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مورتیوں کی پوجا کرتے ہو، پانچ سال پہلے کام کے لیے پانی پت آیا، میرے ایک دوست نے مجھے بلایا تھا، پانی پت انٹرنیشنل پانی پت میں انہوں نے مجھے ڈرائنگ آپریٹر کے طور پر ملازم رکھوا دیا اور مجھے ملازمت کے دوران کام سکھایا، بعد میں وہ فیکٹری چھوڑ گئے تو میں نے بھی پانی پت چھوڑ دیا، تب ہماچل گیا اور کالا آمب میں سرسوتی اسپننگ مل میں ڈرائنگ آپریٹر کی حیثیت سے ملازمت کرلی۔

سوال: اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بتایئے؟

جواب: سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کے ماں باپ اس کو یہود بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، دنیا کو سچائی عطا کرنے والے نبی کی بات میں کس کو شک ہو سکتا ہے، مگر مجھے اس سچائی کا کچھ زیادہ ہی احساس رہا، مجھے بچپن سے اسلام پسند تھا، جیسے میں نے ابھی بتایا کہ مورتی پوجا کرنے والوں پر مجھے ہنسی آتی تھی اور کبھی ترس بھی آتا تھا، کبھی کبھی میں ان لوگوں کو روکتا بھی تھا، میں جب قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرا حال بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح تھا، وہ تو اللہ کے نبی تھے میں تو ان کے پاؤں کی دھول بھی نہیں، مگر ہائی نیچر (فطرتاً) میں بالکل ایسا ہی تھا، احمد بھائی،! اذان کی آواز آتی تھی تو مجھے لگتا تھا کہ میرے مالک کی طرف سے مجھے آواز لگوائی جارہی ہے، ہمارے قریب ایک مسجد میں ایک قاری صاحب بالکل عربی انداز میں اذان کہتے تھے، میں بہت توجہ سے اذان سنتا، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ میں کھانا کھا رہا تھا تو کھانے سے رک جاتا اور اذان سنتا، پھر کھانا شروع کرتا، پانی ہاتھ میں ہوتا اذان کی آواز آجاتی تو پانی ہاتھ میں لیے ہوئے اذان سنتا رہتا اور ختم ہو جانے کے بعد پیتا، کبھی کبھی اذان ختم ہوتی تو دل ہی دل میں اور کبھی زبان سے بھی کہا کرتا کہ کبھی تو میں بھی میرے مالک! آپ کی آواز کو سن کر آؤں گا اور آپ کے گھر میں صرف آپ کے سامنے ماتھا ٹیکوں گا، میری خوش قسمتی اور ایک طرح سے بدقسمتی بھی کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا باپ دیا تھا جو بائی نیچر مسلمان تھا، اس نے مجھے بالکل بت پرست نہیں بننے دیا، مگر افسوس کہ وہ کلمہ کے بغیر خود اس دنیا سے چلا گیا، (آہ بھرتے ہوئے ......) میرا اندرون مجھے اسلام کی پیاس سے بے چین رکھتا تھا، میرے اللہ نے میری رہنمائی فرمائی، کالا آمب میں میری فیکٹری میں ایک

نوجوان مولانا توحید نام کے کام کرتے تھے، بہت خوب صورت، پوری داڑھی، گول ٹوپی، اور شرعی لباس، میری اسلامی فطرت کے زندہ ہونے کی بات ہی تھی کہ پوری فیکٹری میں وہ نوجوان مسلمان ہی مجھے سب سے خوب صورت لگتا تھا، میرے دل میں آیا کہ میرے مالک نے مجھے ہندوؤں میں پیدا کیا ہے، میرا انداز تو جیسا بھی ہو میں اپنے لباس اور صورت کو خوب صورت انداز میں رکھ سکتا ہوں، میں نے موقع پاکر ایک روز اس نوجوان توحید سے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے جیسا لباس پہنوں اور داڑھی رکھوں، آپ مجھے دو جوڑ کپڑے اور ٹوپی بنوادیں، انہوں نے مجھ سے کہا: صرف لباس سے ہی کیا ہوتا ہے پورے مسلمان بن جاؤ، میں نے ان سے کہا: مجھے مالک نے ہندو گھرانہ میں پیدا کیا ہے، میں اندر سے مسلمان کیسے بن سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: جس طرح میں مسلمان بنا ہوں، میں نے کہا: تم تو مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہو، انہوں نے بتایا: نہیں، بلکہ میں ایک ہندو گھرانہ میں پیدا ہوا ہوں اور جوانی میں شیوسینا کا بہت سرگرم کارکن تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی اور میں نے کلمہ پڑھا، میں نے پوچھا: تم نے کلمہ کہاں پڑھا؟ انہوں نے بتادیا دہلی میں ہمارے مولانا کلیم صاحب ہیں، ان کے پاس جاکر مسلمان ہوسکتے ہیں، ہم نے مشورہ سے پروگرام طے کیا اور ہفتہ کے روز دہلی کا سفر کیا، مولانا نے مجھے مسجد خلیل اللہ میں کلمہ پڑھایا اور میرے پرانے نام کی مناسبت سے میرا نام عبدالحلیم رکھا، اس کے بعد میں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، اور جماعت میں چلا گیا، راجستھان میں میرا وقت لگا، الحمد للہ امیر صاحب بڑے تعلق والے آدمی تھے انہوں نے میرے ساتھ بہت محبت کا برتاؤ کیا وہ مجھے چالیس روز میں مکمل نماز سکھائی اور ٹوٹی پھوٹی بات چیت بھی کرنے لگا۔

سوال: ایمان میں آنے کے بعد کیسا محسوس کیا؟

جواب: مجھے کفر وشرک کے ماحول میں بہت گھٹن محسوس ہوتی تھی، ایمان قبول کرنے کے بعد ایسا لگا جیسے میرے دل کو کسی نے قید سے نکال دیا ہو، مجھے بالکل ایسا لگا جیسے آدمی بے گانہ ماحول سے اپنے ماحول میں آجاتا ہے، مجھے بہت سکون محسوس ہوا، مولانا صاحب نے مجھے مشورہ دیا کہ اسلام کا حقیقی مزہ حاصل کرنے کے لیے آپ کو اسلام گہرائی سے جاننا چاہیے، اس کے لیے مجھے پھلت میں جونیر ہائی اسکول میں پڑھانے کے لیے لگادیا، الحمد للہ میں بہت دلچسپی سے اسلام کو پڑھنے میں وقت لگا رہا ہوں۔

سوال: کیا آپ نے اپنے اہل خانہ سے اپنے قبول اسلام کا ذکر کیا؟

جواب: ابھی تک میں گھر نہیں گیا ہوں، ہاں میں نے اپنے چھوٹے بھائی سے بھی فون پر بتادیا اور ماں کو بھی، چھوٹے بھائی جو الیکٹریکل انجینئر ہیں، ان کو میں نے اسلام کی دعوت دی، چار پانچ دفعہ کی بات کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھ لیا، میں نے والدہ سے بھی کہا انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور کہا: سچے راستہ پر چلو ہمیں خوشی ہے، ہمارا تمہارا رشتہ تو کچا ہی تھا، کب موت آجائے اور ٹوٹ جائے، اصل اور پکا رشتہ تو مالک سے ہے، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں تم نے اچھا کیا کہ اپنا رشتہ مالک سے پکا کرلیا۔

سوال: آپ کے والد کا انتقال کتنے دن پہلے ہوا؟

جواب: بھائی! یہ سوال میرے دل کا ناسور ہے اور یہ سوال ایسا ہے کہ اسلام میں آجانے کے بعد بھی میرے لیے بڑا تڑپادینے والا ہے، میرے والد جو بائی نیچر مسلمان تھے، وہ مورتی پوجا کے سخت مخالف تھے، ہندوؤں کو چھوڑ کر وہ مسلمان سے دوستی رکھتے تھے، ہندو راج پوت تھے، حلال گوشت کھاتے تھے، اور گوشت کے شوقین تھے، ہندو تہواروں خصوصاً ہولی اور دسہرہ کا مذاق اڑاتے تھے، مسلمانوں کے ساتھ عید مناتے تھے، مگر کسی مسلمان نے ان سے کلمہ پڑھنے کے لیے نہیں کہا، کسی کا دل دکھانا ان کے یہاں بڑا جرم تھا، کسی مصیبت زدہ پریشان حال کی مدد کو وہ سب سے بڑی نیکی سمجھتے تھے، احمد بھائی! اچانک ایک دو گھنٹوں کی بیماری کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، اور وہ دنیا سے رخصت ہوگئے، اور ایمان وکلمہ کے بغیر کوئی نیکی اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوتی، احمد بھائی! میرے اپنے پیارے باپ دوزخ جل رہے ہوں گے آپ بڑے خوش قسمت ہیں، آپ میرے اس درد کو



کہاں سمجھ سکتے ہیں، ذرا تصور کیجیے اس بیٹے کے غم کا جس کو معلوم ہوجائے کہ اس کے والد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی (احمد بھائی! سوچئے) ہمیشہ ہمیشہ کی دوزخ ہو، کبھی مجھے سب مسلمانوں سے بدلہ لینے کو جی چاہتا ہے، کبھی کبھی ساری ساری رات میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا رہتا ہوں، کبھی کبھی میری چیخیں لگ جاتی ہیں، میرے اللہ! میرے باپ اور مسلمان، کسی نے منہ سے ان سے کلمہ پڑھنے کو نہیں کہا، مجھے یقین ہے، اگر کوئی جھوٹ بھی ان سے مسلمان ہونے کو کہتا تو وہ سچ میں کلمہ پڑھ لیتے، کاش میرے باپ مولانا کلیم صاحب سے مل لیتے (روتے ہوئے......) کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا، میرے باپ کے دوزخ میں جلنے کا غم ایسا ہے جس کا کوئی علاج نہیں اور اس غم میں میرا کوئی شریک بھی نہیں۔

سوال: عبدالحلیم بھائی! آپ ایسا مت سوچئے آپ کو کلمہ پڑھوانے والے بھی تو مسلمان ہی ہیں، اور جب آپ کے والد موحد تھے، صرف ایک خدا کو مانتے تھے، تو آپ امید رکھیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو مشرک اور کافروں کے ساتھ دوزخ میں نہیں جلائیں گے، اللہ کی رحمت سے امید رکھنی چاہیے۔

جواب: احمد بھائی! میرا حال بھی یہ ہی ہوتا ہے، کلمہ کے بغیر والد کی موت سے بے حال ہوکر میں مسلمانوں پر اپنا غصہ اتارتا ہوں، مگر اپنے مسلمان ہونے کا اللہ کا احسان پھر اپنے آپ ہی مجھے شرمندہ کردیتا ہے، مگر احمد بھائی! یہ بھی سچ ہے کہ یہ غم میرا ایسا غم ہے جس کو شاید میرے علاوہ یا میری طرح کے انسان کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

سوال: آپ کا واقعی حق ہے، مگر آپ کو اب یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمان بنادیا ہے، اب آپ غافل مسلمانوں کی طرح نہ بنیں، بلکہ باقی لوگ ایمان کے بغیر نہ مریں اس کی فکر کریں، مولانا کلیم صاحب اکثر کہتے ہیں، خرابی یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کا شکوہ ہے کہ مسلمان یہ نہیں کررہے ہیں وہ نہیں کررہے ہیں، وہ اپنے حق ادا نہیں کرتا، یہ اپنا ادا نہیں کرتا، حالانکہ ہمیں یہ فکر کرنی چاہیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور مجھے اپنا حق ادا کرنا چاہیے۔

جواب: ہاں بھائی احمد! مولانا کلیم صاحب مجھے بھی یہ سمجھاتے ہیں، اور مجھے کئی بار یہ بھی بتایا کہ شیطان بہت ہوشیار ہے، کام سے خصوصاً دعوت کے کام سے باز رکھنے کے لیے اس غم کو بنانے کی فکر کرتا ہے، کہ وہ ایمان کے بغیر مرگیا تو اس کا کیا ہوگا، ہمیں اپنی توجہ اس پر لگانی چاہئے کہ اب ہم لوگوں کو ایمان پر لانے کی فکر کریں، تاکہ اب ہمارے رشتہ دار، ہمارے عزیز، ہمارے بھائی بہن، دوزخ میں جانے والے نہ بنیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یوں تو سارے انسان ہی ہمارے خونی رشتہ کے بھائی ہیں مگر قریبی رشتہ داروں کا حق زیادہ ہے، الحمد للہ میں کوشش بھی کررہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کامیابی بھی مل رہی ہے، مگر احمد بھائی! باپ کا رشتہ وہ بھی ایسے باپ کا جو بس کلمہ کو کہنے کی وجہ سے ایمان سے محروم رہ گیا ہو مجھے بے چین کردیتا ہے۔

سوال: ان کے لیے آپ اطمینان رکھیے اگر وہ شرک نہیں کرتے تھے اور اس سے نفرت رکھتے تھے تو کریم رب انشاء اللہ ان کا حشر اہل ایمان کے ساتھ فرمائیں گے۔

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کرے۔

سوال: کوئی پیغام آپ مسلمانوں کو دیں گے؟

جواب: میرا کہنا تو صرف یہی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اور نبوت ختم کرکے اللہ تعالیٰ نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے، یہ زمانہ علم اور عقل کا ہے، اور نہ جانے مجھ جیسے اور میرے والد جیسے کتنے لوگ ایسے ہیں جو غیر ایمان والے گھر میں پیدا ہونے کے باوجود اپنی اسلامی فطرت پر ہوتے ہیں، ان کی فکر کریں اور میرے لیے بھی دعا کریں، اللہ تعالیٰ مجھے مثالی مسلمان اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں منہ لے جانے کے لائق ہوجائیں، میں نے چار لائن بھی کہی ہیں:

نہ جانے موت کا پیغام کب آجائے
زندگی کی آخری شام کب آجائے
ہم تو کرتے ہیں اس وقت کا دوست انتظار
ہماری زندگی اسلام کے نام کام آجائے

سوال: بہت شکریہ، عبدالحلیم بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کے اس جذبہ کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی اس سے حصہ نصیب کرے۔

جواب: آپ کا بہت بہت شکریہ

# سرطان کیا ہے؟

منیر الدین

سرطان ۱۰۰ سے زیادہ ایسے امراض کا مجموعہ ہے کہ جو جسم کسی بھی حصے کو اپنی زد میں لے سکتا ہے، اس کے لیے جو دوسری اہم اصطلاح استعمال کی جاتی ہے وہ ہٹیلی رسولیاں ہیں، جو علاج قبول نہیں کرتیں، اس کی اہم خصوصیت جسم میں تیز رفتار سے بننے والے غیر معمولی قسم کے خلیات ہوتے ہیں جو اپنی مقررہ یا عام حد سے بڑھ کر بننے لگتے ہیں، جن کی زد میں جسم کے قریبی حصے آنے کے بعد رفتہ رفتہ دوسرے اعضاء بھی ان کی لپیٹ میں۔

## اہم حقائق

سرطان پوری دنیا میں موت کا ایک اہم سبب ہے، پچھلے سال واقع ہونے والی ۸۵ ملین کل اموات میں سے 7.6 ملین یا 13 فیصد سرطان کی وجہ سے ہوئیں، مختلف قسم کے سرطان سے اس ایک سال میں ہونے والی اموات کی تفصیل یہ ہے:

☆ پھیپھڑوں کے سرطان سے اموات 1.3 ملین

☆ معدے کے سرطان سے اموات تقریباً 1 ملین

☆ جگر کے سرطان سے اموات 662000

☆ بڑی آنت (قولون) کے سرطان سے اموات 655000

☆ چھاتی کے سرطان سے 5020000

یاد رہے کہ

☆ سرطان سے 40 فیصد تحفظ حاصل ہوسکتا ہے، بشرطیکہ صحت بخش غذا کھائی جائے، جسمانی سرگرمی یا ورزش کی پابندی کی جائے اور تمباکو سے پرہیز کیا جائے۔

☆ دنیا میں تمباکو کو سرطان کا واحد اور سب سے بڑا سبب ہے جس سے بچا جاسکتا ہے، تمباکو سے پھیپھڑے، گلے، منہ، لبلبے، مثانے، معدہ، جگر، گردے اور دیگر قسم کے سرطان ہوتے ہیں، دوسرے شخص کی تمباکو نوشی کی وجہ سے بھی پھیپھڑے کا سرطان ہوجاتا ہے،

☆ دنیا میں سرطان کے 15 واقعات (Cases) پرانے چھوت (انفیکشن) کا نتیجہ ہوتے ہیں، ان میں زیادہ تر ہیپاٹائٹس بی (جگر کا سرطان)، فم رحم کا سرطان، صفرا کی نالی کے ورم سے ہونے والا جگر کا سرطان، گردے مثانے کی چھوت سے ہونے والا گردے کا سرطان اور ایڈز کے وائرس ایچ آئی وی سے ہونے والے سرطان شامل ہوتے ہیں، خواتین میں چھاتی، پھیپھڑے، معدے، بڑی آنت اور قولون اور فم رحم کے سرطان عام ہوتے ہیں، خواتین مردوں کے مقابلے میں سرطان کی کم شکاری ہوتی ہے۔

## سرطان کے اسباب

سرطان کا مرض جسم میں خلیات کے نمو اور ان کی مرمت کے ذمہ دار مورثوں (جینز) میں تبدیلی کا نتیجہ ہوتے ہیں، یہ تبدیلیاں جسم کے اندرونی جینیاتی اور بیرونی عوام کا نتیجہ ہوتی ہیں، اور عوامل یہ ہوتے ہیں۔

۱:- الٹراوئلٹ اور دیگر مختلف قسم کے تابکاری اثرات۔

۲:- سرطان پیدا کرنے والے کیمیکلز ایس بسیٹوز اور تمباکو کا دھواں۔

۳:- حیاتیاتی سرطان پیدا کرنے والے اسباب مثلاً وبائی وائرس جن سے ہیپاٹائٹس بی کا ورم جگر اور جگر کا سرطان ہوتا ہے۔

اسی طرح آلودہ غذاؤں کا استعمال بھی سرطان جگر کا سبب بنتا ہے، ان مضر اشیا میں افلاٹوگزین اور پھپھوندی (فنگی) قابل ذکر ہیں۔

اس بات کے ثبوت فراہم ہیں کہ تمباکو سرطان کا سب سے بڑا سبب ہے، لیکن اس کے علاوہ غذائی عوامل کا بھی اس مرض میں بڑا دخل ہوتا ہے، مٹاپا صرف



بسیار خوری کا سبب ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ سرطان کا سبب بھی بن جاتا ہے، اس کے علاوہ غذا میں پھل اور سبزیوں کی کمی، نمک کا زیادہ استعمال اور ورزش کی کمی بھی اس کے اسباب ہوتے ہیں، اس بات کے بھی حلق، غذائی نالی، جگر، اور دیگر قسم کے سرطان ہوتے ہیں۔

## سرطان کا آغاز

جسم کے صرف ایک خلیے کی رسولی میں تبدیلی سرطان کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے، رفتہ رفتہ یہی تبدیلی رسولی کو سرطان میں تبدیل کردیتی ہے، جو بیرونی کے علاوہ موورثی جینیاتی اثرات کے نتیجے میں رونما ہوتی ہے، عمر میں اضافہ اس مہلک تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اندازہ یہی ہے کہ زندگی کے لمبے عرصہ میں خلیات میں ہونے والی تبدیلیاں جن کی وجہ سے خلیات کی مرمت اور اصلاح کا نظام تھک جاتا ہے، سرطان کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔

## بچاؤ کی تدابیر

چونکہ سرطان کے سلسلہ میں طویل تحقیق اور مطالعہ کے علاوہ اس سے بچاؤ اور نجات کے کئی طریقے بھی واضح ہوگئے ہیں، لہٰذا مرض کی تشخیص اور اس کے سلسلہ میں علاجی تدابیر بھی ممکن ہوتی جارہی ہیں، ہم ان میں سے چند اہم کا اوپر ذکر کرآئے ہیں، یعنی اس کا سبب بننے والے عوام تمباکو اور شراب سے مکمل پرہیز کے علاوہ درست غذا اور ورزش پر توجہ دے کر اس کی گرفت سے بچا جاسکتا ہے، مہلک قسم کے وائرسوں سے تحفظ بھی ضروری ہے، اسی طرح پیشہ ورانہ کام کے دوران لاحق ہونے والے مختلف عوامل سے تحفظ بھی مفید ثابت ہوتا ہے، اور سورج کی حرارت سے بچاؤ بھی ایک موثر تدبیر ہوتی ہے۔

سرطان کی بروقت تشخیص اور پھر علاج سے اس کا خطرہ تین گنا کم ہوجاتا ہے، یہ بات مشاہدے میں آچکی ہے کہ مرض کے بروقت تشخیص کی صورت میں علاج زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے، مرض جوں ہی جسم کے کسی حصے میں نمودار ہو، اسی وقت تشخیص کرکے اس کا علاج کروانا چاہئے۔

## ضروری ہے

اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ مرض کے بارے میں لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے، جب بھی جسم میں سخت یا نرم قسم کی گٹھلیاں اور ان میں درد، مستقل بدہضمی، مسلسل کھانسی ہو اور جسم کے خارجی مقامات سے خون خارج ہونے لگے (مثلاً منہ وغیرہ سے) تو فوری طور پر معالج سے طبی امداد حاصل کی جائے۔

## اسکریننگ طبی معائنہ

چھاتی کے سرطان کے علاوہ فم رحم سے خون کے اخراج کیلئے ٹسٹ کی سہولتیں تقریباً تمام اہم ہسپتالوں میں دستیاب ہیں۔

## علاج کا مقصد

سرطان کے علاج کا مقصد مرض سے شفا، عمر میں اضافہ وار معیار زندگی کی بہتری ہوتا ہے، چھاتی، فم رحم، بڑی آنت اور مقعد کے سرطان کی مکمل صحتیابی کی شرح سب سے زیادہ رہتی ہے، بشرطیکہ بروقت تشخیص اور درست علاج ہو، اس کے اہم علاج میں اشعاعی علاج، سرجری اور کیموتھراپی شامل ہیں، ایک مرتبہ پھر یہ بتانا ضروری ہے کہ مرض کی بالکل ٹھیک اور تفصیلی تشخیص ہونا بہت ضروری ہوتا ہے، ان میں الٹرا ساؤنڈ، انڈواسکوپی، ریڈیوگرافی اور لیبارٹری ٹسٹ شامل ہیں۔

## راحت کاری کے اقدامات

تشخیص او رعلاج کے علاوہ درد اور اذیت میں مبتلا مریضوں کو راحت اور آرام پہنچانے کے انتظامات بھی بہت ضروری ہوتے ہیں، گھر کے علاوہ ہسپتالوں اور علاجی مراکز میں یہ سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں، ان تمام اقدامات اور سہولتوں سے استفادہ کرکے مرض کے ابتدائی مرحلے میں درست تشخیص اور بروقت علاج کے ذریعہ لاکھوں انسان صحت وتندرستی سے ہم کنار ہوسکتے ہیں، لیکن ان سب سے زیادہ موثر اور مفید اس مرض کے اسباب کا خاتمہ اور حفاظتی اقدامات ہیں، کیونکہ ایک سرطان ہی نہیں دوسرے کئی امراض سے تحفظ کے یہ آزمودہ اور یقینی ذریعے ہوتے ہیں۔

# سنگترہ
## حسن اور صحت کا ٹانک

نسرین شاہین

سنگترہ موسم سرما کا پسندیدہ پھل ہے، اس کا تعلق سٹرس فروٹ فیملی سے ہے، موسمی، کینو، فروٹل، لیموں اور گریپ فروٹ وغیرہ سٹرس فروٹ ہیں، یہ ایسے رس دار اور مزیدار پھل ہیں جن میں Citric acid پایا جاتا ہے، ان سب پھلوں کے بنیادی خاصیت یہ ہے کہ ان میں حیاتین سی خاصی مقدار میں پایا جاتا ہے، اس حیاتین کو اسکاربک ایسڈ بھی کہتے ہیں، سنگترے کا مزاج سردتر ہے، سنگترے میں وٹامنز، مقوی وغذائیت بخش رس ریشہ وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں، ایک سنگترے میں تقریباً ۷۰ ملی گرام کے قریب وٹامن سی کی مقدار موجود ہوتی ہے، جو کہ روزانہ کی تقریبا ۱۰ فیصد مقدار کے برابر ہے، سنگترے کا رس عموماً سخت محنت ومشقت کرنے والوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوتا ہے، چونکہ مشقت کے دوران جسم کا پانی پسینے کی صورت میں زائل ہوجاتا ہے لہٰذا سنگترے کا رس جسم میں پانی کی مقدار کو متوازن رکھنے میں معاون ہوتا ہے، سنگترے میں اے، بی، سی تینوں وٹامنز موجود ہوتے ہیں، سب سے زیادہ مقدار میں وٹامن سی پایا جاتا ہے، اور اس وٹامن کی کمی سے چہرے پر قبل ازوقت جھریاں پڑجاتی ہیں، ہڈیوں میں نقص پیدا ہوجاتا ہے، اور عضلات ڈھیلے اور کمزور پڑجاتے ہیں، دانتوں کے امراض جنم لیتے ہیں، ان تمام بیماریوں کا علاج وٹامن سی کی مناسب خوراک میں پوشیدہ ہے، سنگترہ جسم میں ہر قسم کی بیماری سے لڑنے کے لیے قوت مدافعت پیدا کرتا ہے، اسی لیے سنگترے کو دوا بھی کہا جاتا ہے، اور مکمل غذا بھی، ثقیل غذا کے بعد سنگترے کا استعمال نہایت مفید ہے، وٹامن سی کے بعد سنگترے میں وٹامن بی کافی مقدار میں پایا جاتا ہے، جبکہ وٹامن اے خفیف سا ہوتا ہے، جدید تحقیقات کی رو سے اس میں وٹامن ڈی کی کمی بھی نہیں اور طبی نقطہ نظر سے وٹامن اے، بی اور سی کے ساتھ وٹامن ڈی کی آمیزش غذا کو بہت زیادہ مفید اور لطیف بنادیتی ہے، جدید تحقیق کے مطابق سنگترے میں اے، بی، سی، ڈی، پانی، گلوکوز، کیلشیم، پوٹاشیم، فاسفورس، آیوڈین، کے ملے جلے نمکیات اور دیگر غذائی اجزاء کی مناسب مقدار موجود ہوتی ہے، ترشی اور وٹامن سی کی وافر مقدار کے باعث عموماً جلد ہضم ہوتا ہے، سنگترے کا رس چھوٹے بچوں کے لیے آب حیات ہے کیونکہ اس میں تقریباً تمام ہی وٹامنز اور کیلیشم کافی مقدار میں موجود ہیں جن لوگوں کو دودھ ہضم نہ ہوتا ہو ان کے لیے سنگترے کا استعمال بے حد مفید ہے، معدے اور آنتوں کی خراش، جلن اور بار بار قے آنے کی شکایت سنگترہ کھانے سے دور ہوجاتی ہے، یاد رہے کہ ترش کے بجائے شیریں سنگترہ افادیت میں زیادہ ہوتا ہے، ترش سنگترہ کھانسی پیدا کرتا ہے، لیکن ہاضم ہے، چونکہ سنگترہ معدے کے نظام کو درست رکھتا ہے اس لیے قبض کے مریضوں کو زبان پر جو سفید میل جم جاتی ہے سنگترے کھانے سے زبان پر سفید میل جم جانے کا مسئلہ ختم ہوجاتا ہے، سنگترے کا استعمال اعضاء کی ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کا کام کرتا ہے، کیونکہ زندگی کی معمولات سے جسم کے مختلف اعضاء کو شکست وریخت کا سامنا ہوتا ہے، اور یہ عمل ہفتوں جاری رہتا ہے، حسین نظر آنے کے لیے ہمارے نظام کا درست ہونا بے حد ضروری ہے، سنگترہ وٹامن سی، گلوکوز اور کیلیشم کا وسیع خزانہ اپنے اندر



موجود رکھا ہے، جس سے یہ جلد ہضم ہوجاتا ہے، اس کا رس نظام ہضم سے گزرنے کے بجائے فوری طور پر جز و بدن بن جاتا ہے، جس سے جسم میں قوت مدافعت بڑھتی ہے، اور چہرے پر رونق آتی ہے، سنگترے میں کثیر مقدار میں وٹامن سی پایا جاتا ہے، جو انسانی صحت اور جلد کے لیے بے پناہ فوائد کا حامل ہے، خاص طور پر یہ سنگترے کا استعمال جلد کی جھریوں کو دور کرکے خوشنما بناتا ہے اور جلد تر و تازہ اور چمکدار نظر آتی ہے، اگر چہرے اور جسم پر کسی قسم کے داغ دھبے ہوجائیں تو سنگترے کے چھلکے سکھا کر پیس لیں اور دودھ یا پانی کے ساتھ ملا کر روزانہ اس ابٹن کو داغ دھبوں پر مساج کی شکل میں لگائیں، داغ دھبے دور ہوجائیں گے اور جلد حسین نظر آئے گی، اگر چہرے پر داغ دھبے اور کیل مہاسے ہیں تو روزانہ سنگترے کا غذا میں استعمال کریں اور اس کے ساتھ چھلکوں کو سکھا کر پیس لیں اور جو کے آٹے کے ساتھ چہرے پر اس کا لیپ کریں پھر ابٹن کی طرح مسل کر اتارلیں، چہرہ چند ہفتوں میں ہی کیل مہاسوں سے پاک ہوجائے گا، چونکہ انسانی جسم حیاتین سی تیار نہیں کرسکتا اس لیے ضروری ہے کہ اسے پھلوں اور سبزیوں سے حاصل کیا جائے، اس کی کمی سے چڑچڑاپن پیدا ہوتا ہے، مسوڑھے خراب ہوجاتے ہیں، جوڑوں کا درد پیدا ہوتا ہے، قوت برداشت کم ہوجاتی، بیماری کو روکنے کی جسم میں طاقت نہیں رہتی، حیاتین سی کار بو ہائیڈریٹ غذاؤں کے ہضم میں مدد کرتے ہے، دل کے عضلے (پٹھے) کو طاقت بخشتی ہے، حیاتین اے اور ڈی اور معدنی نمک، کیلیشم اور فاسفورس کے ہضم میں مدد کرتی ہے، اسی طرح یہ غذا کو ہضم کرتے ہے، بالغ افراد کے لیے ۲۰ ملی گرام حیاتین روزانہ کی ضرورت ہوتی ہے، یرقان کے مرض میں سنگترہ مفید ہے، جس سے مریض میں قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے، بعض لوگ جسم میں نقاہت محسوس کرتے ہیں اور ان کی زندگی کے معمولات اور صلاحیت عمل میں کمی واقع ہوتی ہے، ایسی صورتحال میں سنگترے کا استعمال ایک قدرتی ٹانک ثابت ہوتا ہے، چہرے پر سرخی اور دلکشی پیدا کرنے کیلئے سنگترے کا مسلسل استعمال فائدہ پہنچاتا ہے، چند ہفتوں میں ہے چہرہ سرخ وسفید ہوجائے گا، موٹاپا دور کرنے کے لیے بھی سنگترہ مفید ہے، روزانہ نہار منہ سنگترے کا سادہ جوس پی لیں اس سے جسم کی تمام فالتوں چربی گھل جائے گی، اور جسم سڈول ہوجائے گا، اگر پیٹ میں کیڑے ہوگئے ہیں تو سنگترے کے درخت کی چھال اتار کر اس کو پانی میں ڈال کر جوشاندہ تیار کرلیں پیٹ کے درد اور پیٹ کے کیڑوں کے لیے یہ جوشاندہ بہت مفید ہے، قے بند کرنے کیلئے سنگترے کے درخت کا چھلکا خشک کرکے سفوف بنالیں یہ سفوس چاٹ لیا جائے تو قے فوراً بند ہوجاتی ہے، گیس کی پلائیں اور سنگترے کا چھلکا پیس کر چھان لیں اور مریض کو پانی میں گھول کر پلائیں اور سنگترے کو غذا بنالیں، مرض دور ہوجائے گا، خوبصورتی کے لیے سنگترے کے چھلکے کا سفوف، بیسن اور ہلدی عرق گلاب کیساتھ ملا کر چہرے پر لیپ کریں اور پھر مساج کرکے اتار دیں، چہرے کی دلکشی کے لیے اکسیر ہے، پپیتے کے گودے میں دو کھانے کے چمچ سنگترے کا رس ملالیں اور چہرے پر ۲۰ منٹ کے لیے لگا کر پھر دھولیں چہرہ دلکش اور چمکدار ہوجائے گا۔

سنگترے کا رس چھوٹے بچوں کے لیے آب حیات ہے کیونکہ اس میں تقریباً تمام ہی وٹامنز اور کیلیشم کافی مقدار میں موجود ہیں جن لوگوں کو دودھ ہضم نہ ہوتا ہو ان کے لیے سنگترے کا استعمال بے حد مفید ہے، معدے اور آنتوں کی خراش، جلن اور بار بار قے آنے کی شکایت سنگترہ کھانے سے دور ہوجاتی ہے، یاد رہے کہ ترش کے بجائے شیریں سنگترہ افادیت میں زیادہ ہوتا ہے، ترش سنگترہ کھانسی پیدا کرتا ہے، لیکن ہاضم ہے۔

# آم

## ہر خاص وعام کا پسندیدہ خوبیوں سے مالا مال پھل

محمد عمران

یوں تو قدرت نے تمام ہی پھلوں کو مختلف قسم کی خوبیوں سے مالا مال کر رکھا ہے لیکن جتنی خوبیاں آم میں ہیں شاید کسی دوسرے پھل میں مل سکیں، یہی وجہ ہے کہ اسے ہر خاص وعام میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اشتہا انگیز خوشبو، ملائم اور میٹھا، انتہائی رسیلا، نگاہوں کو لبھانے والا زرد یا ہرے رنگ کا یہ پھر قدرت کا عظیم تحفہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، ہم جیسے جنوبی ایشیائی ممالک میں بسنے والے افراد خوش قسمت ہیں کہ اس پھل کی بہترین اقسام اور لا جواب ذائقوں سے آشنا ہونے کا موقع ملتا ہے، موسم کے لحاظ سے یوں تو ہر پھل ذوق وشوق سے کھایا جاتا ہے لیکن جس کثرت اور رغبت سے آم کھایا جاتا ہے اس کی مثال کوئی دوسرا پھل پیش نہیں کر سکتا، مٹھاس، خوشبو اور ذائقے کی وجہ سے اسے ''جنت کا پھل'' بھی کہا جاتا ہے جبکہ قدیم ہندوستان میں اسے ''دیوتاؤں کا پھل'' بھی قرار دیا جاتا تھا جس کی وجہ غالباً یہ ہوسکتی ہے کہ غاروں میں پتھروں پر کنداں گوتم بدھ کی داستان حیات میں بھی آم کے درخت کے نشاندہی ہوتی ہے کہ یہ پھل برسہا برس سے انسانوں کا مرغوب رہا ہے، آم کو فارسی میں انبہ اور انگلش میں مینگو کہا جاتا ہے، اس کی بعض دوسرے پھلوں کی طرح اپنی ایک علاحدہ خوشبو ہوتی ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ پھل سری لنکا سے برصغیر ہندو پاک میں لایا گیا اور یہاں اس کی مختلف اقسام تیار کی گئیں تاہم یہ بات حتمی ہے کہ یہ جنوبی ایشیائی خطے کا پھل ہے خاص طور پر شمال ہندوستان اور برما اس کے آبائی وطن ہیں جہاں سے یہ ملایا، مشرقی ایشیاء، مشرقی افریقہ اور دیگر ممالک تک پھیل گیا، جنوبی ایشیائی خطے کا یہ ''عظیم تحفہ'' اپنے منفرد ذائقے کی بدولت مشرق وسطی کے ممالک امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے بعض دیگر گرم علاقوں تک بھی جا پہنچا ہے اگرچہ کہ بعض مقامات پر اس کی کاشت خاصی محدود اور ساخت، رنگت یا ذائقے کے حوالے سے غیر معیاری بھی ہوتی ہے لیکن اس پھل کے شیدائی ممالک اب اسے وافر مقدار میں درآمد کر رہے ہیں، اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ مسلمان بادشاہوں، نوابوں اور امراء نے ماہر باغبانوں کی خدمات حاصل کر کے آموں کی نت نئی اقسام تیار کرائیں اور جنوبی ایشیائی خطے میں اس پھل کے بڑے بڑے باغات دیکھنے میں آئے، یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ یہ ایک انتہائی سائنٹیفک کام تھا جو صدیوں قبل انجام دیا گیا جس کے ثمرات سے ہم آج لطف اندوز ہو رہے ہیں، ۱۹۸۰ء میں کیلی فورنیا تک رسائی پانے والا یہ پھل اب افریقہ، ایشیاء اور آسٹریلیا میں بھی شہرت حاصل کر چکا ہے، جہاں اس کی کاشت ہونے لگی ہے، لیکن جو ذائقہ اور بلند معیار برصغیر ہندو پاک میں ہے اس کی نظیر نہیں ملتی، اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہمارا ملک ہندوستان ''آم کا گھر'' ہے یہاں پھلوں کی کاشت کے مجموعی رقبے کے ۶۰ فیصد حصے پر صرف آموں کے باغات ہیں جن میں مختلف اقسام کے آموں کی بہ افراط کاشت ہوتی ہے، پڑوسی ممالک میں بھی آم کی کاشت کے رقبے میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، اور اس کی نت نئی اقسام تیار کرنے کی کوششیں بھی ہنوز جاری ہیں اور یہاں ہندوستان میں بھی نت نئی اقسام تیار کرنے کی کوششیں بھی ہنوز جاری ہیں ''امرپالی'' کے نام سے ایک نئی قسم کچھ



عرصے قبل سامنے آئی جسے دسہری اور نیلم کے پیوند کاری سے تخلیق کیا گیا ہے، لیکن یہ بات جان کر حیرت میں مبتلا نہ ہوں کہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں اس پھل کی ۴۵۰ سے زائد اقسام موجود ہیں تاہم یہ ایک الگ بات ہے کہ کچھ اقسام کو انتہائی مقبولیت حاصل ہو چکی ہے، کہا جاتا ہے کہ بہت سارے ممالک جہاں موسم گرم رہتا ہے اس کی کاشت شروع کر چکے ہیں، جبکہ تیز رفتار ذرائع نقل وحمل کے اس دور میں یہ لندن اور نیو یارک کے بازاروں میں بھی اپنی بہار دکھا رہا ہوتا ہے، جہاں لوگ اسے بڑی چاہت سے خرید کر کھاتے ہیں، ہندوستان میں آموں کی بیشتر اعلیٰ اقسام دستیاب ہیں اور چونکہ سال کا یہ حصہ اس پھل کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے تو بازاروں میں دیگر پھلوں کی طرف توجہ کسی حد تک کم ہو گئی ہے، اور ہر طرف آم ہی آم دکھائی دے رہے ہیں، مئی کے اواخر سے لے کر اگست کے اوائل تک اپنی مکمل حکمرانی ثابت کرنے کے بعد یہ لذیذ پھل چند ہی دنوں میں عنقا ہو جاتا ہے، اور آموں کے شوقین اس کے جوس اور گودے کا لطف اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، جو کہ جدید سہولتوں کے اس دور میں محفوظ کر لیا جاتا ہے، لیکن ایک تازہ خبر یہ ہے کہ آموں پر تحقیق کرنے والوں نے ایک نئی قسم کا آم دریافت کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے، جو ستمبر اور اکتوبر میں بھی دستیاب ہوگا یوں ہم گرمیوں کا یہ تحفہ بعض دیگر پھلوں کی طرح سردیوں میں بھی استعمال کر سکیں گے، کہتے ہیں کہ ''لنگڑا آم خاص ہوتا ہے'' اور اس بات کے شواہد اردو ادب میں جا بجا ملتے ہیں مگر اب آم کھانے والے اس کے برعکس رائے رکھتے ہیں اور بعض دوسری اقسام کو زیادہ شوق سے کھایا جاتا ہے، آموں کی در اصل دو اقسام ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو قلمی اور ایک کو تخمی کہا جاتا ہے، قلمی کو پیوندی بھی کہتے ہیں کیونکہ بہت ساری اقسام پیوند کاری کے ذریعہ تخلیق کی جاتی ہیں، جس میں دو مختلف اقسام کے آموں کی ٹہنیاں قلم لگا کر نئی قسم ایجاد کی جاتی ہے، قلمی آم میں مٹھاس اور گودا زیادہ ہوتا ہے، اور ان میں ریشہ نہیں ہوتا جبکہ تخمی آم ریشے دار اور کسی حد تک ترش بھی ہوتے ہیں جن کو عام طور پر دیسی آم بھی کہا جاتا ہے، قلمی آموں میں لنگڑا، چونسہ، دسہری، سندھڑی، انور رٹول اور ثمر بہشت وغیرہ شامل ہیں جن کو کاٹ کر کھایا جاتا ہے، جبکہ تخمی آم چونکہ گٹھلی کی مدد سے اگتے ہیں اور سائز میں بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں چوس کر کھانے کا رواج ہے، نیز ان کا رس قلمی آموں کے مقابلے میں پتلا ہوتا ہے اس لئے یہ جلد ہضم ہو جاتے ہیں، سندھ کے علاقے میر پور خاص اور اس کے اطراف میں پیدا ہونے والا آم سندھڑی اب خاصی مقبولیت اختیار کر گیا ہے، جبکہ پنجاب سے آنے والے چونسہ کی تو بات ہی کچھ اور ہے جو کہ نیم پکا بھی ہو تو میٹھا ہوتا ہے، اسی طرح انور رٹول بھی ایک مقبول قسم ہے جو ایک مخصوص مدت میں آ کر چلا جاتا ہے، اور قدرے مہنگا ہوتا ہے۔

### آم ایک بہترین غذا کے علاوہ کئی امراض کی دوا بھی

یوں تو ہر پھل انسانوں کو صحت اور توانائی عطا کرتا ہے، لیکن آم ان پھلوں میں نمایاں ہے جو خاص طور پر صحت اور طاقت میں اضافہ کرتے ہیں، اطباء کا کہنا ہے کہ اسے دودھ اور بالائی کے ساتھ کھانے سے جسم میں توانائی پیدا ہوتی ہے، اس کی مٹھاس فرحت بخشتی ہے، جبکہ دیگر اجزاء صحت میں اضافہ کرتے ہیں، اور بھرپور غذائیت فراہم کرنے والا یہ پھل کئی امراض کا شافی علاج بھی ثابت ہوتا ہے، آم خون پیدا ہی نہیں بلکہ صاف بھی کرتا ہے اور معدے کے علاوہ آنتوں کو قوی کرتا ہے، اس کے استعمال سے خشکی جاتی رہتی ہے، گردے اور مثانے کے افعال میں بہتری آتی ہے، نیز مردانگی میں اضافہ ہوتا ہے، یہ بھوک لگاتا اور رنگت بہتر کرتا ہے، پیشاب آور ہے اور دل کی تیز دھڑکن کو معمول پر رکھتا ہے، جسم میں خون کی کمی کے باعث چہرہ زرد ہو تو میٹھے آم کھا کر اوپر سے دودھ کی

کچی لسی پی لیں اور جب تک آموں کا موسم ہے، یہ سلسلہ جاری رکھیں، اس سے جسم میں خوب خون بنے گا اور وزن میں بھی اضافہ ہوگا، یعنی لاغری کی کیفیت دور ہوجائے گی، جن افراد کا ہاضمہ کمزور ہو وہ ایک پیالی آم کے رس میں آدھا چائے کا چمچ سونٹھ کا پاوڈر ملا کر کھائیں چند روز میں ہاضمہ بہتر ہوجائے گا، کمزوری دور کرنے کیلئے مینگوشیک کا استعمال بھی ایک عمدہ انتخاب ہوسکتا ہے جبکہ کچھ لوگ آم کا رس اور دودھ ملا کر گاڑھا شیک صبح ناشتے میں پراٹھوں سے بھی کھاتے ہیں جس سے جسم قوی ہوتا ہے اور توانائی بڑھتی ہے، کچے آم یعنی کیری سے اچار چٹنی اور مربے تو تیار ہوتے ہیں لیکن یہ خالص حالت میں گرمی اور صفرہ کی تکالیف، متلی، قے اور پیاس دور کرنے میں معاون ہے، کیری کا شربت لو لگنے سے بچاتا ہے، اس میں تھوڑا اس مشک، گلاب یا کیوڑے کا عرق ملالیں تو یہ مزید فائدہ مند ہوجاتا ہے، جس سے خون صاف ہوتا ہے، بھوک کھل کر لگتی ہے، پیشاب کھل کر آتا ہے، مثانے سے پتھری کا اخراج بھی ممکن ہے، جبکہ اس کے استعمال سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے، گرم مٹی میں دبا کر یا توے پر کیری کو پکا کر اس کا شربت بنا کر استعمال کرنے سے لو کی شکایت پیدا نہیں ہوتی ہے، آم کا اچار اور چٹنی بناتے وقت اگر اس میں لہسن اور پودینہ بھی پیس کر شامل کرلیا جائے تو اس سے نظام انہضام اور قلب کے افعال کو بھی راحت ملتی ہے، سال بھر جس پھل کا شدت کے ساتھ انتظار کیا جاتا ہے وہ آم ہی ہے، بادلوں سے ڈھکے آسمان تلے جب آموں کے باغات میں کوئل کوک رہی ہو، بارش برسنے کو ہو، جھلوے پڑگئے ہوں تو ایسے میں آم کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے، ہمارے یہاں تجارتی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے آموں کو مصنوعی طریقوں سے پکایا جاتا ہے جس سے ۱۰۰ فیصدی لذت وذائقہ یا معیار حاصل نہیں ہوتا لیکن جھاڑ کے پکے ہوئے آموں کی تو بات ہی کچھ اور ہے، آموں کیلئے ضروری ہے کہ انہیں تین سے چار گھنٹے ٹھنڈے پانی میں بھگوا کر رکھنے کے بعد کھایا جائے اور چوسنے والا آم ہو تو اسے پلپلا کرنے کے چند قطرے ٹپکا دئے جائیں تو اس کے چیپ یا خارج ہونے والے گوند کی وجہ سے منہ کی سوزش اور پکنے کی شکایت نہیں رہتی ہے، آم کھانے کے بعد دودھ پینے یا جامن کھالینے سے مضر اثرات جاتے رہتے ہیں، اور یہ حیرت انگیز بات ہی کہی جاسکتی ہے، کہ آموں کے عروج کے وقت ہی جامن بھی وافر مقدار میں دستیاب ہوتے ہیں، ہماری ہدایت یہی ہے کہ آم ضرور کھائیں، صحت بنائیں، توانائی حاصل کریں مگر احتیاط کے تقاضوں کو بالاطاق نہ رکھیں۔

●●

## بھٹکل کے قارئین سے خصوصی گذارش

جناب حافظ محمد رئیس صاحب، استاذ مدرسہ ضیاء العلوم، میدانپور، تکیہ کلاں، رائے بریلی، اس وقت بھٹکل کے سفر پر ہیں جو حضرات ماہنامہ رضوان کی رقم دینا چاہیں وہ ان کو دے سکتے ہیں، اور رسید حاصل کرسکتے ہیں، ان کا موبائل نمبر مندرجہ ذیل ہے۔

09305233628

مینیجر ماہنامہ رضوان




# کچھ اہم و مفید مطبوعات

### از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

| | |
|---|---|
| کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) | 100/- |
| کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) | 90/- |
| کاروان زندگی حصہ سوم | 80/- |
| کاروان زندگی حصہ چہارم | 90/- |
| کاروان زندگی حصہ پنجم | 80/- |
| کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) | 90/- |
| کاروان زندگی حصہ ہفتم | 80/- |
| مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) | 40/- |
| حج کے چند مشاہدات | 6/- |
| خواتین اور دین کی خدمت | 25/- |
| کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) | 35/- |
| دعائیں | 10/- |
| سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) | 90/- |
| سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) | 90/- |
| نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) | 200/- |
| سیرت سید احمد شہیدؒ (دوجلدیں) | 200/- |
| تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) | 355/- |
| انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر | 70/- |
| اپنے گھر سے بیت اللہ تک | 25/- |

### از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

| | |
|---|---|
| زادسفر دوجلدیں (نیا ایڈیشن) | 150/- |
| باب کرم (نیا ایڈیشن) | 12/- |
| بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول | 15/- |
| بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم | 14/- |
| بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم | 15/- |
| بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم | 12/- |
| ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) | 20/- |
| موج تسنیم (اردو) | زیر طبع |
| مناجات ہاتف | 10/- |
| دیار حبیبؐ | 5/- |

### از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

| | |
|---|---|
| حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) | 15/- |
| کلید باب رحمت | 6/- |
| ذائقہ (نیا ایڈیشن) | 15/- |
| ذکر خیر // | 15/- |

### از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

| | |
|---|---|
| لبیک اللہم لبیک | 30/- |
| سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ | 50/- |
| سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ | 150/- |
| زبان کی نیکیاں | 15/- |
| گلدستہ حمد وسلام | 6/- |
| کلام ثانیؒ | زیر طبع |

### از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

| | |
|---|---|
| دو مہینے امریکا میں | 90/- |
| جزیرۃ العرب | 70/- |
| حج ومقامات حج | 35/- |
| امت مسلمہ | 70/- |
| سماج کی تعلیم وتربیت | 45/- |

### از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

| | |
|---|---|
| معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) | 870/- |
| اسلام کیا ہے؟ (اردو) | 30/- |
| اسلام کیا ہے؟ (ہندی) | 35/- |
| دین وشریعت | 70/- |
| ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت | 70/- |
| قادیانی مسلمان نہیں | 25/- |
| آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) | 40/- |
| آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی)(نیا ایڈیشن) | 45/- |
| درس قرآن | 200/- |

### دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

| | |
|---|---|
| تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ | 45/- |
| مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) | 80/- |
| مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) | 120/- |
| (مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب) | |
| تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ | 35/- |
| سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ | 30/- |
| (مولانا محمد الحسنیؒ) | |
| بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) | 40/- |
| ذکر رسولؐ // | 55/- |
| مولانا محمد علی جوہر // | 175/- |
| (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ) | |
| کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) | 18/- |
| کتاب الصرف // | 20/- |
| بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) | 40/- |
| تاریخ میلاد (حکیم الشکور) | 30/- |
| مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) | 30/- |
| سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی) | 25/- |

## مکتبہ اسلام ۵۴/۲/۱۷۲، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174